

# اسلامی تصوف

میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش



تالیف:

پروفیسر یوسف سلیم چشتی

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

شائع کردہ:

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور (رحمہ اللہ)

۱۲ - افغانی روڈ، سمن آباد - لاہور

(فون: ۴۱۳۹۲۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ اوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

### ☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

[kitabosunnat@gmail.com](mailto:kitabosunnat@gmail.com)

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

# اسلامی تصوف

میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش



تالیف:

پروفیسر یوسف سلیم چشتی



- شائع کردہ:

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ مرکزی اہل سنت خدام القرآن لاہور (رجسٹرڈ)

۱۲ - افغانی روڈ، سمن آباد - لاہور

(فون: ۴۱۳۹۲۵)

# جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ



بارِ اول ----- شوال المکرم ۱۳۹۶ھ  
اکتوبر ۱۹۷۶ء



طالب ----- چوہدری رشید احمد

مطبع ----- مکتبہ جدید پریس

شارع فاطمہ جناح - لاہور

ناشر ----- ڈاکٹر اسرار احمد

مقام اشاعت ----- مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۱۲- افغانی روڈ، سمن آباد، لاہور

قیمت فی کتب ----- ۵ روپے (مجموعی طور پر علاوہ)

# فہرست

★ تقریظ - - - - - از قلم مولانا امین احسن صلاحی صفحہ ۵

★ دیباچہ از مولف - - - - - ۸

★ مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوف

کی اشاعت کے اسباب - - - - - ۹

● پہلی بحث - - - - - ۱۰

● دوسری بحث - - - - - ۱۷

● تیسری بحث - - - - - ۲۲

● چوتھی بحث - - - - - ۲۷

● بیکتاشی فرقہ - - - - - ۲۹

● نوربخشی سلسلہ - - - - - ۳۰

★ اکابر اہل سنت کی تصانیف

● میں تدلیس و تدسیس - - - - - ۶۹

● پروفیسر سعید نفیسی کی رائے - - - - - ۶۹

● حدیقۃ الحقیقۃ تالیف حکیم سنائی غزنوی - - - - - ۵۲

۵۹	صفحہ	● فوائد الفوائد ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء	
۶۲	∥	● جامی پر دست درازمی	
۶۶	∥	● رومی کے دیوان اور ملفوظات میں الحاق	
۶۷	∥	● شیخ محی الدین ابن عربی پر ظلم	
۶۹	∥	● بعض دوسری مثالیں	
۸۱	∥	★ باطنیت	
۸۹	∥	★ باطنیت کے اثرات تصوف پر	
۱۲۱	∥	★ استدراک	



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# تقریظ

از قلم مولانا امین احمد اسلامی

یہ مقالہ ہمارے محترم دوست، پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی ایک غیر مطبوعہ کتاب کا ایک باب ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو یثاق کے صفحات میں شائع کیا گیا تو یثاق کے قارئین اور دوسرے علمی و مذہبی حلقوں میں نہایت پسند کیا گیا۔ یہاں تک کہ اس کے قدر دانوں کے شدید اصرار پر اب اس کو کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ پروفیسر صاحب موصوف کے متعلق یہ بات اس مقالہ کے پڑھنے والوں کے علم میں رہنی چاہیے کہ وہ تصوف کے مخالفوں میں نہیں بلکہ اس کے پُرزور حامیوں میں ہیں۔ مذکورہ بالا کتاب، جس سے یہ مقالہ لیا گیا ہے، تصوف کی حمایت اور اس کے مبادی و مفاد کی وضاحت ہی میں موصوف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے لکھی ہے۔ وہ خود ایک سلسلہ تصوف میں مرید، مزاجاً صوفی اور تصوف پسند ہیں۔ لیکن اس کوچہ کی عام روایت کے خلاف ان کے اندر دو باتیں قابلِ رشک بلکہ قابلِ تقلید ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ دوسری یہ کہ وہ وسعت مطالعہ کے ساتھ نہایت گہری تنقید کی صلاحیت کے بھی مالک ہیں اور یہ دونوں وصف بیک وقت کسی شخص، بالخصوص ایک صوفی مزاج شخص میں مشکل ہی سے جمع ہوتے ہیں۔

میں خود اس مقالے سے غایت درجہ متاثر ہوا ہوں۔ ارباب تصوف کی چیزیں پڑھتے ہوئے مجھے ہمیشہ ان کی کتاب و سنت سے بڑی ہوئی باتوں سے وحشت ہوتی تھی۔ میں ان چیزوں کو خود تصوف کی خرابی پر محمول کرتا تھا۔ لیکن پروفیسر صاحب کے اس مقالہ سے مجھ پر پہلی مرتبہ یہ بات بدلائل واضح ہوئی کہ ہمارے تصوف میں بھی انہی پورے دروازوں سے بہت سے فتنے داخل ہونے ہیں۔ جن سے تاریخ، حدیث، فقہ، تفسیر

ادب اور فلسفہ میں داخل ہوئے ہیں، اس حقیقت کے واضح ہونے سے نفس تصوف سے میری بیزاری کم ہوئی ہے۔ اب میں زیادہ تصور ان لوگوں کا سمجھتا ہوں جو اپنی سادگی اور عایانہ تقلید کے سبب سے روانض اور سببوں کی دسیسہ کاریوں سے آگاہ نہ ہو سکے اور تصوف کے چشمنہ صافی کو انہوں نے ایک جوہڑنا کے رکھ دیا۔

مجھے اس احساس سے دلی مسرت ہوتی ہے کہ اس دور میں جس طرح عالمانہ تنقید کا نہایت اعلیٰ کام بعض اہل قلم سے تاریخ پر پور ہا ہے اسی طرح کے تنقیدی کام کی بنیاد، تصوف سے متعلق ہمارے محترم پرفیسر صاحب نے اپنے اس بیش قیمت مقالے سے رکھ دی ہے۔ ساری مشکل بس پیدا چرائی جانے میں موفی ہے۔ ایک چراغ جل گیا تو اسی ایک سے بہت سے چراغ جلائے جا سکیں گے۔ ہمیں توقع ہے کہ یہ مقالہ بہتوں کے لئے رہنما ثابت ہوگا اور کیا عجب کہ اس سے دوسرے اصحاب علم کو بھی اس موضوع پر کام کرنے کا حوصلہ ہو اور وہ نہ صرف سارے صوفیانہ لٹریچر بلکہ خود تصوف کے اصول مبارک کو بھی کتاب و سنت کی کسوٹی پر رکھ کے اس کے کھرے اور کھوٹے میں ایسا امتیاز قائم کر دیں کہ ایک عام آدمی بھی دھوکے سے محفوظ ہو جائے۔ میں علیٰ وجہ البصیرت یہ رائے رکھتا ہوں کہ معاملہ صرف تصوف کی کتابوں میں الحاق ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ خود ہمارے صوفیانے بھی بہت سے ایسے اصول باطنی فلسفیوں کے ہاتھوں اپنانے میں جو اب تصوف کے مسلمات میں سے سمجھے جانے لگے ہیں حالانکہ ان کو کتاب و سنت سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ میں نے اس طرح کی بعض چیزوں کا اپنی کتاب تیرکۃ نفس میں حوالہ دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس نقطہ نظر سے ان جہڑوں کی کتابوں کا خاص طور پر جائزہ لیا جائے جن کی ہر چیز ہمارے ہاں ملخذا و مرجع سمجھی جاتی ہے اور ان پر کسی تنقید کی جرأت لوگ آسانی سے نہیں کرتے۔

تنقید کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ علم و تحقیق کے ساتھ جو تنقید ہوتی ہے وہ علوم کے لئے آب حیات ہے۔ اسی سے علم کو سیرابی، نازگی، شادابی اور زندگی حاصل ہوتی ہے اور یہ زندگی ملت میں حرکت و عمل کی لہر پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ چیز ناپا



ہو جائے تو فکر و نظر کی قوتیں جاہد اور حرکت و عمل کی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں اور اس صورت حال سے وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو دین و ایمان کے دشمن ہوتے ہیں۔ وہ یا تو الحاقی چیزوں کو بنیاد قرار دے کر ان پر گراہی کا ایک پورا فلسفہ تیار کر دیتے ہیں یا ان کی اسٹریٹجی کی بنیادی باتوں پر بھی حملہ کر دیتے ہیں۔ اس وقت بد قسمتی سے ہم اسی صورت حال سے دوچار ہیں۔ ایک طرف جمود اور عامیانہ تقلید کی بے حسی ہے ، دوسری طرف خود سمرانہ اور جابلانہ تنقید کی بے راہ روی ، نتیجہ یہ ہے کہ ان خفینہ پاسبانوں اور ان بے باک لیٹیروں کے ہاتھوں تمام متاع ملت تاراج ہو رہی ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو متاع ملت کی حفاظت کے لئے اپنے اندر غیرت و حیثیت بھی رکھتے ہوں اور ساتھ ہی اللہ نے ان کو وہ بصیرت بھی عطا فرمائی ہو جس سے وہ کھرسے اور کھوٹے میں امتیاز اور اصلی و الحاقی میں فرق کر سکیں ، باطل کو مٹائیں اور جو حق ہے اس کو دلائل کی تازہ دم کمک کے ساتھ میدان میں لائیں۔ پروفیسر یوسف سلیم حشمتی صاحب کا یہ مقالہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بصیرت سے نوازا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی صحت، عمر اور اوقات میں برکت دے کہ وہ اس قسم کی بہت سی مفید چیزیں لکھ سکیں۔

میں ڈاکٹر امیر احمد صاحب سلمہ کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ اس قیمتی مقالہ کو پروفیسر صاحب کے خزانہ مسودات سے برآمد کرنے میں کامیاب ہوئے اور اس کو اس کے قدر دانوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کا ذخیرہ کے لئے ان کو جزائے نیر دے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دیسب اچہ

یہ کتابچہ میری زیر تالیف کتاب "تاریخ تصوف" کا ایک باب ہے جس میں ان عناصر اور عوامل کی نشاندہی ہے جن کی وجہ سے اسلامی تصوف میں، جو دراصل دین اسلام کی روح ہے اور ان کی جان ہے، غیر اسلامی عقائد کی آمیزش ہو گئی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف جدید تعلیم یافتہ طبقہ نفس تصوف ہی سے بدظن ہو گیا۔ دوسری طرف خود یہ غیر اسلامی تصوف اپنی ساری افادیت کھو بیٹھا بلکہ جہلا کے حتیٰ میں تو ایفون بن گیا اور اہل خانقاہ کے حتیٰ میں بے عملی کا بہانہ بن گیا۔

اقبال نے اپنے اردو فارسی کلام میں جگہ جگہ اسی غیر اسلامی تصوف کی مذمت کی ہے اور بلاشبہ یہ ہے بھی مذمت کے لائق رہے اسی غیر اسلامی تصوف کا نتیجہ ہے کہ وہ خانقاہیں جہاں مسلمانوں کو ان پرستی کا درس دیا جاتا تھا آج شخصیت پرستی بلکہ قبر پرستی کا مرکز بنی ہوئی ہیں اور جہاں بہر طرف اتباع رسول کے جلوے نظر آتے تھے، آج وہ خانقاہیں تو خالی کی محفلوں میں تبدیل ہو گئی ہیں بلکہ شرک و بدعت کا مرجع بن گئی ہیں:-

یہ معاملے میں تازک جو ترمی رضا ہو تو کہ

کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریق خانقاہ ہی (اقبال)

میں محترمی و مکرمی مولانا امین احسن اصلاحی کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کتابچے کیلئے پیش لفظ لکھ کر میری حوصلہ افزائی کی اور بلا دروم اسرار احمد سلمہ کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کی طباعت کا انتظام کیا۔ اور قارئین سے یہ بتانا ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس ضخیم کتاب کے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسنتہ والامن حضرت مدنی

فقیر یوسف سلیم چشتی

# مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوف کی اشاعت

## کے اسباب

اس سے پہلے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اسلامی تصوف، قرآن و حدیث (سنت نبویؐ) سے ماخوذ ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں (۱) توحیدِ خالص (۲) تبلیغِ دین (۳) انبیاءِ شریعت (۴) خدمتِ خلق (۵) جہاد

لیکن اس میں شک نہیں کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوف بھی راہِ پاگیا اور یہ تصوف چونکہ عجمی یا غیر اسلامی تھا اس لئے اس کے اجزائے ترکیبی اسلامی تصوف کی ضد تھے یعنی (۱) شرک (حلول و اتحاد و انسان پرستی و تجسم و تاسخ ارواح) (۲) ربانیت (۳) تحزیبِ دین (۴) اباحتِ مطلقہ (۵) نفاق و مداہنت

یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ سے لے کر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحبِ تنقح ملت اسلامیہ کے تمام مجددین اور اولیائے امت نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اس غیر اسلامی تصوف کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا، اور مسلمانوں کو اس کے مفاسد سے آگاہ کر کے بلا خوفِ لومۃ لائیم اپنا فرض منصبی انجام دیا

بہر کیف جس طرح بعض مسلمانوں کی گمراہی سے اسلام پر کوئی حرف نہیں آسکتا اسی طرح صوفیوں کی گمراہی سے اسلامی تصوف مورطین نہیں بن سکتا۔ آئندہ بطور

۱۹۶۶ء دیکھئے شیاق اگست ۱۹۶۶ء

۲۔ ترجمان حقیقت اکبر الہ آبادی مرحوم نے اس شعر میں انہی مفاسد کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بہت ہی کم پائے اپنے عارف کلامِ باری نے ہم میں اگر  
سرے سے بڑا ہے سچ جو پوچھو عرب کا مذہبِ عجم میں اگر

میں ہم یہ دکھا دیں گے کہ مسلمانوں میں غیر اسلامی یا غبی تصوف کی اشاعت کے سبب کیا غمخوار ہو کر یہ بحث بہت تفصیل طلب ہے مگر اس کتاب میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے اس لئے ہم اجمال پر اکتفا کریں گے۔

واضح ہو کہ ابتدائے اسلام سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے وسط پہلی بحث ایک مسلمانوں میں کوئی فرقہ نہ تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو حزب اللہ قرار دیا گیا ہے۔

”أُولَٰئِكَ يَذُوبُ اللّٰهُ بِالْأَلَا إِنَّ يَذُوبَ اللّٰهُ هُمُ الْمَقْدُورُونَ“ (۵۸) (۳۳)

”یہ لوگ (جن کی صفات اوپر بیان ہو چکی ہیں) اللہ کی پارٹی یا جماعت یا فوج ہیں اور آگاہ ہو جاؤ کہ یقیناً اللہ ہی کی جماعت فلاح پائے گی۔“

ظاہر ہے کہ اگر کسی فوج یا جماعت میں تفرقہ پیدا ہو جائے تو اس کا خاتمہ یا مغلوب ہو کر غلام ہو جانا اور اپنی ہستی سے محروم ہو جانا یقینی ہے۔ اس لئے از روئے عقل و نقل، مسلمانوں میں کوئی فرقہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا تھا اور اسی لئے اللہ نے قرآن حکیم میں بار بار مسلمانوں کو منبہ فرمایا ہے کہ دیکھو اپنے اندر فرقہ بندی، گروہ بندی، تشکیک، افتراق یا پارٹی بازی کو لہ نہ دینا، ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ بخوف طوالت صرف چند آیتوں پر اکتفا کرتے ہوں: (۱) ”وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا“ (۲) (۱۰۲)

”اے مسلمانو! تم سب مل کر اللہ کی رسمی (قرآن) کو مضبوطی سے تھام لو اور مختلف

فرقوں میں منقسم مت ہو۔“ (۳-۱۰۳)

(ب) وَلَا تَحْزَنُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ

الْبَيِّنَاتُ (۳-۱۰۵)

اور اے مسلمانو! ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) کی طرح مت ہو جانا جو مختلف

فرقوں میں بٹ گئے اور جنہوں نے اللہ کی طرف سے واضح دلیلیں اٹھانے کے بعد

بھی آپس میں اختلاف کیا اور اس اختلاف کی وجہ سے ان میں عقائد

کی خواہیاں پیدا ہو گئیں)

(ج) إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيْعًا لَأَسْتَأْذِنُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ د (۳۶)

جن لوگوں (مسلمانوں) نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقوں میں منقسم ہو گئے تم کو ان سے کوئی علاقہ یا سرکار نہیں ہے۔

(د) وَلَا تَنَازَعُوا فَعَلَا تَفْتَنُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا د (۸-۳۶)

”اے مسلمانو! آپس میں نزاع (جھگڑا) مت کرو کیونکہ نزاع سے تفرقہ پیدا ہوگا اور فرقہ بندی سے تمہارے اندر بزوری پیدا ہوگی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہو۔“

اس آخری آیت سے فرقہ بندی کی مصرت کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کا نازل کرنے والا مسلمانوں کو ایک متحد الخیال اور متحد المقصد فوج کے افراد قرار دیتا ہے، جن کے حتی میں اختلاف سم قاتل سے بھی زیادہ ہلک ہے۔ اسی لئے انہیں متنبہ کرتا ہے کہ دیکھنا! کہیں آپس میں نزاع کو راہ نہ دینا اور فرقوں میں منقسم نہ ہو جانا، کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری جماعت کے اندر مختلف الخیال گروہ (فرقے) پیدا ہو جائیں گے اور فرقہ بندی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم آپس میں لڑو گے اور آپس کی لڑائی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھ جائے گا، بالفاظِ دیگر تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تمہارے اندر بزوری پیدا ہو جائے گی۔ اس تنبیہ کے بعد آخری نصیحت یہ فرمائی کہ دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہو!

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تجربہ کار سپہ سالار اپنی فوج کے نوجوانوں کو نصیحت کر رہا ہے۔ فی الجملہ اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ قرآن حکیم مسلمانوں کو اللہ کی فوج قرار دیتا ہے اور اس کی مزید تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔

أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝ (۵۸)

یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں اور آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان کے گروہ کے لوگ کھائے میں رہیں گے۔“

۱۔ قرآن کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صرف دو جماعتوں میں تقسیم کیا ہے: ۱۔ حزب اللہ (اللہ کی جماعت) (۲۔ حزب الشیطان (شیطان کی جماعت) ان دو کے علاوہ جس قدر

یہ حقیقت کہ قرآن کی رو سے (اللہ کی نگاہ میں) مسلمان قوم یا ملت اسلامیہ، اللہ کی فوج ہے اس آیت سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَانَتْهُمْ سُبُلًا مَّرْصُومًا ۝

"بلاشبہ اللہ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو اس کی راہ میں اس طرح صف باندھ

کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سپہ سپہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔ (۴۰:۶۱)

چونکہ مسلمان اللہ کی فوج ہیں اسی لئے ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ دشمنانِ اسلام کا

مقابلہ کرنے کے لئے تیاری سے غافل نہ ہوں۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مِمَّا اسْتَلْعَمْتُمْ مِنْ نَفْسِكُمْ وَمِنْ زُبَاهِ الْجَائِلِ تَرْهَبُونَ  
بِهِ عَدَا وَاللَّهُ وَكَذَلِكَ الخ (۶۰-۸)

اے مسلمانو! دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہو اور جس قدر تم سے ممکن ہو سکے

یعنی مادی قوت فراہم کرو اور گھوڑے باندھو (یعنی پلٹیں اور رسالے تیار کرو)

اس سلسلے میں قولِ فیصل یہ ہے کہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان

کے مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے یعنی جس طرح دنیاوی حکومتوں میں یہ قاعدہ

ہے کہ جب ایک شخص فوج میں بھرتی ہوتا ہے تو اسی وقت سے وہ اپنی زندگی اور اپنی

مرضی افسرِ فوج کے حوالے کر دیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ایک شخص جب کلمہ پڑھتا ہے

تو حزبِ اللہ میں داخل ہو جاتا ہے اور اسے اپنی جان یا اپنے مال پر کوئی اختیار باقی

نہیں رہتا :-

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمْ

الْجَنَّةَ ۖ وَيُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ الخ (۹-۱۱)

"اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید

لیا ہے اب ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں لڑیں گے جس کا نتیجہ

لازمی طور سے یہ ہوگا کہ وہ قتل کریں گے اور قتل ہو جائیں گے۔

قرآن مجید میں اس نوعیت کی آیتیں بہت سی ہیں۔ ایضاً مفصلہ کے لئے اتنی ہی

آیتیں کافی ہیں۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کی امتیازی صفت یہ بیان کی ہے۔

تَحْتَهُ رُسُلُ اللَّهِ ذُو الْأَلْبَانِ مَعًا أَشَدَّ أَمَّ عَلَى الْكَلْبَانِ  
رَحْمَةً بَيْنَهُمْ الخ (۲۹-۳۸)

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں

ان کی شناخت یہ ہے کہ وہ کافروں پر سخت ہیں (مگر) آپس میں رحیم ہیں

اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرقہ بندی، اسلام کی ضد ہے کیونکہ فرقہ بندی کا لازمی

نتیجہ آپس میں نزاع ہے۔

بلاشبہ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو خدائی فوجدار قرار دیا ہے یعنی ان کا کام یہ ہے کہ

وہ دنیا سے برائی کو مٹائیں اور نیکی کی اشاعت کریں۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ ۔

« كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ

تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَهُمْ مُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ » (۱۱۰-۳)

اے مسلمانو! تم دنیا میں بہترین جماعت ہو جو انسانوں کو نیکی کا حکم دو گے اور

برائیوں سے منع کرو گے۔

ظاہر ہے کہ اگر مسلمان خود مختلف فرقوں میں منقسم ہو جائیں گے تو نہ ان میں اتحاد

باقی رہے گا نہ دوسروں کی اصلاح کا جذبہ باقی رہے گا اور نہ اس کے لئے وقت مل سکے گا

جو جماعت آپس میں لڑنے لگتی ہے وہ خود محتاج اصلاح ہو جاتی ہے۔

قصہ کوتاہ قرآن کی ان صریح آیتوں سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ فرقہ بندی اسلام کی ضد

ہے اور منشاء از بردی کی عملاً تردید ہے۔

یہ آیتیں صدر اول کے مسلمانوں کے سامنے تھیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ۲۳ سال کی مدت میں ان کے اندر وحدت افکار و کردار پیدا کر دی تھی تمام مسلمانوں

کے سامنے ایک ہی مقصد تھا اور ایک ہی نصب العین تھا یعنی اِعْلَاءُ كَلِمَةِ الْحَقِّ - اللہ کے

کلمے اقرآن کو دنیا میں بلند کرنا ان کا جینا اور مرنا سب اللہ ہی کے لئے تھا۔

لَهُ تَلَّ أَنْ صَلَّاتِي وَنُسُكِي وَحَنَائِي وَمِمَّا قِيْلَ لِي رَبِّ الْعَالَمِينَ ط (۶ - ۱۶۳)

(باقی ماشیہ ص ۱۶۳)

اللہ سے بڑھ کر فطرتِ انسانی کا عالم اور کون ہو سکتا ہے؟ انسان کی یہ فطرت ہے کہ اگر وہ کسی شخصیت کو اپنا مقصود بنائے اور اس کے لئے اپنی زندگی بسر کرنے لگے تو رفتہ رفتہ وہ خدا پرستی سے بیگانہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب غیر اللہ مطمح نظر اور مقصود جہات بن گیا تو اللہ خود بخود نگاہِ اوپر دل اور و مانع سب سے اوجھل ہو جاتے گا اور شخصیت پرستی چونکہ مشرکِ عظیم ہے اس لئے مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا، مشرک ہو جائے گا۔ ویسا ہی مشرک جیسا کہ عیسیٰ یا کرشن یا لات و مبل کا پرستار۔

اس لئے قرآن نے شخصیت پرستی کا خاتمہ کر دیا اور تاریخ مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرے سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ قرآن سے بڑھ کر کسی الہامی یا آسمانی کتاب نے شخصیت پرستی کی تردید نہیں کی۔ ہسی انسان کی پرستش کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ اس انسان میں الوہیت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اسی عقیدے نے رفتہ رفتہ بتحکم یا حلول یا اتار کے عقیدے کی شکل اختیار کر لی۔ دنیا میں جن جن انسانوں کی پرستش کی گئی ہے۔ پہلے ان میں الوہیت تسلیم کی گئی پھر ان کی پرستش شروع ہوئی اسی لئے قرآن نے شخصیت پرستی کا جس خوبی سے سدباب کیا ہے وہ مذاہبِ عالم کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔

(۱) مسلمانوں کو حکم دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے پہلے آپ کی بشارت اور عبادت کا اقرار کریں۔

أَشْهَدُ أَنْ مَّا كُنَّا عِبَادًا وَرَسُولُهُ

اس کلمہ شہادت میں عبادہ پہلے ہے رسول بعد میں ہے۔

ب) قَدْ اِسْمًا اَنَا لِيَسْرًا مِمَّنْ كُنْتُمْ (۱۸-۱۱۰)

”اے رسول آپ اعلان کر دیجئے کہ میں تمہاری ہی طرح ایک بشر ہوں“

ج) دَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُوْلُ ۗ اَفَاِنَّ مَاتَ

اَوْ قَتِلَ اَلْقَلْبُ ثَمَّ عَلٰٓى اَخْتَابِ كُنْتُمْ (۳-۱۳۳)

بقیہ حاشیہ ص ۱۳ سے آگے : ”آپ کہہ دیجئے کہ بلاشبہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور

میری موت سب اللہ کے لئے ہے جو ساری کائنات کا رب ہے“



اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں ہیں مگر رسول ان سے پہلے بھی ہوتے  
سے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو (اے مسلمانو!)  
کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے یعنی اسلام بھوڑ دو گے؟

اس نصح صریح سے ثابت ہوا کہ اسلام کی روح خدا پرستی ہے، شخصیت پرستی نہیں  
ہے خواہ وہ شخصیت رسول ہی کی کیوں نہ ہو۔ اب یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اسلام میں کوئی  
شخصیت رسول اللہ صلعم سے ارفع نہیں ہے لیکن اللہ نے اپنے دین اسلام کو رسول  
صلعم کی شخصیت سے بھی وابستہ نہیں کیا — تا بدیگراں چہ رسد؟

اسلام کی تاریخ میں حضرت صدیق اکبرؓ کو یہ فخر حاصل ہے کہ سب سے پہلے  
انہوں نے مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ اسلام شخصیت پرستی کا نام نہیں  
ہے بلکہ خدا پرستی کا نام ہے یعنی مسلمان کا مقصود و مطلوب صرف اللہ ہے جو حقیقت  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔

جب سالم بن عبید کے ذریعہ حضرت ابو بکرؓ کو حادثہٴ رحلتِ سرورِ عالم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہنچی تو اس جنابؓ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر کاشانہٴ نبوت  
میں تشریف لائے۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے قریب  
کھڑے ہو کر رُخِ روشن سے چادر اٹھائی۔ پیشانی مبارک پر بوسہ دیا۔ گریہ کنال  
آپ کو مخاطب کر کے یوں گویا ہوئے۔

”میرے ماں باپ آپ پر فلا ہوں۔ آپ زندگی میں بھی پاک اور صاف  
رہے اور اب موت کے بعد بھی پاک اور صاف ہیں۔ قسم ہے اس ذات  
کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ آپ کو ہرگز دو موتیں  
نہیں دے گا۔ وہ موت جو اللہ نے آپ کے لئے مفرد کر دی تھی، وہ  
تو آپ کو آہی گئی۔“

یہ کہہ کر مسجدِ نبوی میں تشریف لائے۔ یہاں عجیب کہرام مچا ہوا تھا فاروقِ  
اعظمؓ کہہ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی ہے صدیق اکبرؓ

نے انہیں سچایا اور کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے تو اُن جنابؑ نے تقریر شروع کی۔  
حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

الامن كان يعبد محمداً فان محمداً قد مات (صلی اللہ علیہ  
وسلم) ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت قال الله تعالى انك  
ميت وانا هم ميتون هـ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله  
الارسل انان مات او قتل لاجل

”جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ بلاشبہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے لیکن جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے اسے  
معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ بے شک زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ چنانچہ  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں نہیں مگر اللہ کے ایک رسول ہیں۔ ان سے  
پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں پس اگر ان کو موت آجائے یا وہ  
قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی اڑیوں کے بل، پچھے کو لوٹ جاؤ گے؟  
(اسلام ترک کر دو گے؟) اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہ اللہ کو کچھ نقصان  
نہیں پہنچا سکتا اور اللہ شکر کرنے والوں کو عنقریب جزا دے گا۔“

یہ تقریریں کر حاضرین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ لیکن ساتھ ہی انہیں  
ایسا معلوم ہوا کہ یہ آخری آیت گویا انہیں معلوم ہی نہ تھی۔ اب حضرت صدیق اکبرؓ  
نے اس کی تلاوت کی تو ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا، اور یہ آیت اس قدر مؤثر  
ثابت ہوئی کہ ہر شخص اس کی تلاوت کر رہا تھا۔

خلاصہ کلام این کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ شیخینؓ نے  
زبانی تعلیم اور اپنے طرز عمل سے یہ بنیادی حقیقت مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں کر دی  
تھی کہ فرقہ بندی اسلام کی ضد ہے اور مسلمانوں کی حیات اجتماعی کے حق میں ستم  
قاتل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ نبویؐ اور عہدِ خلافتِ شیخینؓ میں کوئی فرقہ موجود نہ تھا

اور اس وحدتِ فکر و عمل ہی کا یہ ثمرہ تھا کہ مسلمانوں نے خلافتِ شیعین اور حضرت عثمان کی خلافت کے ابتدائی دور میں عظیم الشان کامیابی حاصل کی جس کی تفصیل تاریخِ اسلام کے صفحات سے واضح ہو سکتی ہے۔ یہ کامیابی اس قدر حیرت انگیز ہے کہ آج تک بہت سے غیر مسلم مؤرخین کے لئے ایک عقدهٴ لائیکل بنی ہوئی ہے۔ اقبال نے اسی عقده کو اس شعر میں حل کیا ہے۔

وحدتِ افکار و کردار آفریں تا شوی اندر جہاں صاحبِ گیس

مسلمانوں کے ہاتھوں یہود کو جو ذلت نصیب ہوئی، اس کی **دوسری بحث** اخلش ان کے دل سے کبھی محو نہ ہو سکی چنانچہ مسلمانوں کی طاقت کو ضعف پہنچانے اور اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے کے لئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں یمن کے ایک یہودی عبداللہ ابن سبائے مدینے میں آکر منافقانہ طور پر اسلام قبول کیا۔

کسی یہودی کے لئے مسلکِ نفاق اختیار کرنا کوئی نئی یا دشوار بات نہیں تھی خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عبداللہ ابن ابی نضیر نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کر لیا تھا وہ جب تک زندہ رہا فتنہ پردازی میں مشغول رہا لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں، دینِ حق میں کسی قسم کے باطل کی آمیزش نہ کر سکا۔

چونکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن سبا کوئی تاریخی شخصیت نہیں ہے اس لئے اس کی فتنہ پردازی کی داستان قلمبند کرنے سے پہلے چند تاریخی شواہد پیش کرنا ضروری ہیں تاکہ اس کی شخصیت متحقق ہو جائے۔

۱۔ حمدی توجیدی پور (پروندہ ہیب شیعہ) لغات الانس (جامی) کے مقدمے میں ص ۱۰ پر لکھا ہے:  
”اولیں کیبکہ نسبتِ الوہیت بحضرت امیر داؤد عبداللہ ابن سبا بود کہ در زمان آنحضرت زندگی میکرد۔“

ترجمہ: پہلا شخص جس نے حضرت امیر کو الوہیت سے نسبت دی عبداللہ

ابن سناحہا جس نے آنحضرتؐ کے زمانے میں زندگی بسر کی!

۲- ڈاکٹر کلین (KLEIN) الالبانہ عن اصول الدیانہ کے انگریزی ترجمے کے مقدمے میں ص ۸۱ پر لکھتا ہے۔

عبداللہ ابن سبا یہودی نو مسلم نے جب حضرت علیؑ سے ملاقات کی تو ان سے یہ کہہ کر غائب ہوا "أَنْتَ أَنتَ" اس جملے سے اس کا مطلب یہ تھا کہ تو خدا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے اسے جلا وطن کر دیا کیونکہ ان کی رائے میں یہ جملہ کفر صریح تھا۔ لیکن عبداللہ ابن سبا کے پیروؤں کے دلوں میں یہ عقیدہ جاگزیں ہو چکا تھا کہ حضرت علیؑ اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ نیز یہ کہ ان کے اندر الوہیت کا ایک جزء حلول کر گیا تھا اور یہ جزء الوہیت بصورتِ قاسخ ارواح ان کے جانشینوں میں درجہ بدرجہ منتقل ہوتا رہا۔

۳- سر ویلم میور (MUIR) اپنی تصنیف "المخالفات" اس کا عروج، انخراط اور زوال میں ص ۳۱۳ پر لکھتا ہے۔

"۳۲ھ میں جبکہ ابن عامر بصرے کا گورنر تھا، عبداللہ ابن سبا نے جسے عام طور سے ابن سوداء کہتے تھے، بصرے میں آکر اسلام قبول کیا۔ لیکن بہت جلد یہ حقیقت آشکار ہو گئی کہ وہ دراصل حکومت وقت کے خلاف شدید باغیانہ خیالات رکھتا تھا۔ بلکہ اس کی ذات مجسم بغاوت تھی۔ چنانچہ انہی باغیانہ خیالات کی وجہ سے اسے بصرہ، کوفہ اور دمشق سے پے در پے جلا وطن کیا گیا۔ انجام کار مصر میں اسے گوشہ عافیت میں لایا گیا اور یہاں بیٹھ کر اس نے عجیب و غریب بلکہ ہوشربا اور سراسر اسلام کے خلاف عقائد کی اشاعت شروع کی۔ مثلاً

۱) حضرت عیسیٰؑ کی طرح آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔

اب انی الحال حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے وصی، وارث یا جانشین ہیں

۲) حضرت عثمانؓ (نوفوا باللہ منہ) غاصب ہیں۔

اس لئے جب تک ان کی حکومت کا قلع قمع نہیں کیا جائے گا اس وقت تک صداقت اور عدالت کا قیام ناممکن ہے۔ مصر میں ان عقائد کو بہت جلد قبولیت حاصل ہو گئی۔

۴۔ پروفیسر نکسن اپنی تصنیف 'عزلوں کی ادبی تاریخ' میں ص ۲۱ پر لکھتا ہے۔

"عبداللہ ابن سبا جس کا صحیح تلفظ سباع ہے، یمن کے شہر صنعاء کا باشندہ تھا اور دراصل یہودی تھا۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں اسلام لایا اور بظاہر ایک گشتی مبلغ بن گیا۔ طبری کہتا ہے کہ اس نے مختلف شہروں کا سفر کیا اور اس کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا تھا۔ انجام کار اس نے مصر میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں اس نے مسلمانوں کو 'رجعت' کی تعلیم دینا شروع کی۔ یعنی اس نے مسلمانوں سے کہا کہ یہ بات صداقت سے کس قدر بعید ہے کہ ایک مسلمان اس بات پر تو ایمان رکھتا ہے کہ مسیح دوبارہ دنیا میں آئیں گے لیکن آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رجعت کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ خدا نے قرآن مجید (۲۸-۸۵) میں اعلان فرمایا ہے کہ وہ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ علاوہ ازیں ایک ہزار انبیاء ایسے گذرے ہیں جن میں ہر نبی کا ایک وصی تھا۔ لہذا حضرت علیؑ آنحضرت کے وصی ہیں جس طرح آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں حضرت علیؑ خاتم المرسلین ہیں۔ ابن سبا نے نقل کفر کفر نباشد! خلفائے ثلاثہؓ کو (نعوذ باللہ) عاصب قرار دینا تھا اس نے حضرت علیؑ کی حمایت میں سازشوں کا جال بچھا دیا اور اسلامی سلطنت کے مختلف صوبوں میں جو لوگ حضرت عثمانؓ کے خلاف تھے ان سے خفیہ مراسلت

کا سلسلہ شروع کر دیا۔" دیکھو طبری ۱/۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰

میں تشریف لائیں گے اور حضرت علیؑ نے آنحضرت (صلعم) کے وصی ہیں اس نے یہ بھی کہا تھا کہ خلفائے ثلاثہ انعموا باللہ غاصب ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم کے اندر جو الوہیت تھی وہ ان کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کی ذات میں منتقل ہو گئی جو لوگ حضرت عثمانؓ سے ناخوش تھے انہوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہا۔

۴۔ پروفیسر پی کے بیٹی اپنی تصنیف عربوں کی تاریخ "مطبوعہ لندن طبع چہارم ۱۹۴۹ء میں ص ۲۴ پر لکھتا ہے۔

عبداللہ ابن سباء جس کی شخصیت ایک معما ہے، حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں مسلمان ہوا اُس نے حضرت علیؑ کی تعظیم میں اس درجہ مبالغہ کیا کہ وہ پریشان ہو گئے یہ شخص غالی شیعہ فرقے (غلاة) کا بانی تھا۔

۵۔ پروفیسر عباس اقبال، معلم دارالمعلمین عالی، طہران، اپنی تالیف "خاندانِ نوحی" کے ص ۲۵ پر لکھتا ہے۔

"سبائب" اور ابن فرقہ غلاة، طرفداران عبداللہ بن سباء کہ پیش ازہر کس باظہار طعن ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ پر داخل و معتقد بحیات جاوید و رجعت حضرت علیؑ و الوہیت اور وہ اندام امیر المؤمنین علیؑ، عبداللہ بن سباء را بقتل رساند فرقہ نصیریہ از بازماندگان سبائیہ بودہ اند" لفظی ترجمہ یہ ہے۔

سبائیہ غالی فرقوں میں سے سب سے پہلا فرقہ ہے یہ لوگ عبداللہ ابن سباء کے طرفدار تھے جنہوں نے سب سے پہلے احضرات (ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ) پر طعن کا اظہار کیا، اور یہ لوگ حضرت علیؑ کی حیاتِ جاوید اور رجعت (دوبارہ دنیا میں واپسی) اور الوہیت کے معتقد تھے، امیر المؤمنین علیؑ نے عبداللہ ابن سباء کو قتل کر دیا۔ فرقہ نصیریہ کے افراد، اسی فرقہ سبائیہ کے باقی ماندہ افراد میں سے تھے۔

۸۔ امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی اپنی مشہور تالیف "الملل والنحل" میں کہتے ہیں۔

"ومن ذلک سبائیہ اصحاب عبداللہ بن سباء کہ با امام المتقین حیدر گفت توئی

کہ توئی کبنا نیزہ آں شفاوت پیشہ می گفت کہ تو خدائی اول کسی بود کہ بفرضیت امامت علی رضی اللہ عنہ قابل شد و اصنافِ غلاۃ ازین محذول منسوب گشتند۔  
 درائے خاندان فراہم شد کہ امام المتقین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقتول نگشتند  
 و در اس حضرت ہجو سے انا جزائے الہی موجود است تعالیٰ اللہ عما یقولون  
 رعد صوت اوست و برقی تازیانہ اوست۔“

(ترجمہ از افضل الدین صدر زکراصفہانی، بخش اول ص ۱۸۵)

لفظی ترجمہ یہ ہے۔ اور ان فرقوں میں سے ایک فرقہ سبائیہ ہے۔ یہ عبداللہ بن سباد کے اصحاب ہیں جس نے حضرت علی سے کہا کہ تو، تو ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو خدا ہے۔ عبداللہ ابن سباد پہلا شخص ہے جو امامت علیؑ کی فرضیت کا قائل ہوا اور غلاۃ کے مختلف فرقے اسی محذول شخص کی تعلیمات سے پیدا ہوئے۔ اس کی رائے میں۔

۱۱ حضرت علیؑ مقتول نہیں ہوئے۔

(۲) اور ان میں الوہیت کے اجراء میں سے ایک جز موجود تھا اللہ کی شان ان باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں بہت بلند ہے (رعدان کی آواز ہے اور برقی ان کا تازیانہ ہے)۔“

مجھے یقین ہے کہ ان شواہد کا مطالعہ کرنے کے بعد کسی شخص کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی تاثر نہ ہوگا کہ عبداللہ ابن سباد تاریخ اسلام میں پہلا شخص ہے جس نے مسلمانوں میں فتنہ و فساد کا بیج بویا۔  
 بانامدم برسر مطلب۔

عبداللہ ابن سباد نے جن عقائد کی تلقین کی ان کا اجمالی تذکرہ سطور بالا میں بیان کیا جا چکا ہے ان کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ اس نے ایک تیر سے دو شکار کئے۔

(۱۱) اسلام کے بنیادی عقائد میں غیر اسلامی اور مشرکانه عقائد داخل کر دیئے۔

(۲) مسلمانوں کی وحدت ملی اور یک جہتی ٹیکرنگی اور یک رنگا ہی کو پارہ پارہ کر دیا۔ بالفاظِ دیگر وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو گیا۔ یعنی اس نے حضرت علیؑ کو خدا بنا کر مسلمانوں میں انسان پرستی کا عقیدہ راسخ کر دیا اور تفرقہ پیدا کر کے مسلمانوں کو مسلمانوں کے خلاف صف آرا کر دیا۔

اس شخص کی منافقانہ روش اور فتنہ انگیزی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے اس کو قتل کرایا لیکن جو خفیہ جماعت اس نے پیدا کر دی تھی اور جس قسم کے غیر اسلامی عقائد اس جماعت میں راسخ کر دیئے تھے۔ ان دونوں باتوں کا خاتمہ نہ ہو سکا۔ بلکہ اس کی وفات کے بعد اس کی جماعت کو ایران میں قبولِ عام کی سند حاصل ہو گئی۔ کیونکہ یہودیوں کی طرح ایرانی بھی عرب مسلمانوں سے شدید نفرت کا جذبہ دل میں پوشیدہ رکھتے تھے اور جن عقائد کی این سبارتے تبلیغ کی تھی۔ وہ امن کے لئے قابل قبول تھے خصوصاً حلول کا عقیدہ جو ان میں پہلے ہی سے موجود تھا۔ حضرت جعفر (شیعوں کے چھٹے امام) نے ۱۲۰ھ میں وفات

**تیسری بحث** اپنی امان کی وفات کے بعد ان کے متبعین میں دو گروہ پیدا ہو گئے۔

- ۱- جس نے ان کے چھوٹے بیٹے حضرت موسیٰ کاظم کو ان کا جانشین تسلیم کیا وہ آگے چل کر امامیہ آٹھ عشریہ کے نام سے مشہور ہوئے۔
- ۲- جنہوں نے ان کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کو ان کا جانشین تسلیم کیا وہ آگے چل کر اسمعیلیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ہمیں اس وقت اسی دوسرے گروہ کی مختصر داستان لکھنی مقصود ہے۔

یہ فرقہ اگرچہ شیعیت ہی کی ایک شاخ ہے مگر جن لوگوں نے اس فرقے کی رہنمائی کی انہوں نے اسے ایک تخریبی تحریک بنا دیا اور آگے چل کر یہ تحریک اپنے معنفذات اور اعمال کے لحاظ سے شیعیت سے بھی کوسوں دور ہو گئی۔

تاریخ اسلام میں اس تحریک کو ملاحہ، باطنیہ، تعلیمیہ اور قرامطہ کے رسوائے عام لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ ہم ذیل میں اس کی مختصر داستان قلمبند کرتے ہیں کیونکہ



یہی فرقہ دینائے اسلام میں غیر اسلامی تصوف کا بانی ہے۔

واضح ہو کہ اس فرقے نے شروع سے عبداللہ بن سباع کے غالی عقائد (عقیدہ الوہیت علی درجعت و تاسخ ارواح و حلول) ہی اختیار کر لئے تھے۔ پروفیسر براؤن ایلان کی اپنی تاریخ جلد اول ص ۳۱۱ پر لکھتا ہے۔ "جو عقائد غلاة شیعہ میں مشترک ہیں وہ حسب ذیل چار عقائد ہیں۔"

۱- تشبیہ (خدا کا انسانی شکل میں ظہور)

۲- مشیت ایزدی میں نیبیلی (پدائ)

۳- امام کی واپسی (رجعت)

۴- تاسخ (ایک امام کی روح کا دوسرے یعنی جانشین کی شخصیت میں حلول کرنا)

ظاہر ہے کہ یہ سب عقائد، قرآن کے سراسر خلاف ہیں۔ اسی لئے مسٹر اسٹیلی لین پول اپنی تصنیف داستانِ قاہرہ مطبوعہ لندن ۱۹۱۳ء میں ص ۱۱۳ پر لکھتا ہے: "اپنی باطنی روح کے اعتبار سے فاطمین مصر کا مذہب محمد زوم نہیں ہے۔"

ڈاکٹر اولیٹری نے بھی اپنی تصنیف تاریخِ خلفائے نبی فاطمہ مصر میں ص ۱۱۳ پر لکھا ہے۔ "اسلمیلیہ فرقے میں شروع ہی سے غلاة شیعہ کی خصوصیات پیدا ہو گئی تھیں یعنی (۱) تاویل (۲) تجسم (۳) حلول (۴) تاسخ روح امام بقالب دیگر۔"

اب ہم براؤن کی تاریخ جلد اول سے اس تحریک کی داستان قلمبند کرتے ہیں۔ ہمدی کے عہد حکومت میں المتفق نے خروج کیا ابن خلکان نے اپنی مشہور تالیف وفيات الاعیان میں لکھا ہے کہ المتفق کا اصلی نام عطارد تھا اس نے جادو اور طلسمات میں مہارت حاصل کی اور خدائی کا دعویٰ کر دیا اس نے اپنے پیروؤں سے کہا کہ سب سے پہلے خدائے آدم میں حلول کیا اسی وجہ سے کہ فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ الغرض خدا اسی طرح تمام انبیاء میں حلول کرتا کرتا ابو مسلم خراسانی کے جسم میں داخل ہوا اور اس کی وفات کے بعد اب خدا نے میرے اندر حلول کیا ہے۔

۱۰ اس کے دعوے سے ایرانی ذہنیت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

چونکہ یہ شخص نہایت کریمہ المنظر اور کانا تھا۔ قصیر القامت اور ہکلا تھا اور اپنے بدن چاچرے پر سنہرا نقاب ڈالے رہتا تھا۔ اسی لئے اسے المقنع کہتے ہیں یہ شخص ۱۶۹ھ میں قتل کیا گیا۔

۲۔ مامون کے عہد میں بابک خرمی نے خروج کیا یہ شخص بھی الوہیت کا مدعی تھا۔ بقول طبری اس شخص نے بیس سال تک ایران میں شدید ہنگامہ برپا رکھا۔ انجام کار افسین نے ۲۲۳ھ میں اسے قتل کیا۔ المقنع اور بابک نے خدائی کا دعویٰ کر کے ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمانوں کو گمراہ کیا اور بقول مسعودی کتاب البتینہ بابک نے پانچ لاکھ کے قریب مسلمانوں کو قتل کیا۔ ان دونوں کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عبداللہ ابن میمون القدرح کی تحریجی سرگرمیوں کے لئے زمین ہموار کی۔

۳۔ ہٹی اور براؤن دونوں نے لکھا ہے کہ فرقہ اسمعیلیہ کی سیاسی تنظیم اور مذہبی عقائد کی تدوین کا سہرا عبداللہ ابن میمون القدرح کے سر ہے انفرست میں مرقوم ہے۔ کہ یہ شخص ابواز کا باشندہ تھا اس نے پہلے بصرے میں قیام کیا۔ پھر سلامیہ (شام) کو اپنا مرکز بنایا اور یہاں سے تمام دنیائے اسلام میں اپنے دعاۃ کو اسمعیلی مذہب کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا۔ اس نے ۲۳۱ھ میں وفات پائی۔

۴۔ حمدان قرمطیہ شخص القدرح کا سب سے بڑا حامی تھا۔ اس کا نام حمدان بن اشعث تھا یہ دراصل ایک عراقی کاشکار تھا۔ چونکہ اس کی ٹانگیں بہت چھوٹی تھیں اس لئے اسے قرمط کہتے تھے۔ اس نے اسمعیلی مذہب کو باطنی تحریک میں تبدیل کر دیا۔ اور اسی لئے اسمعیلی باطنی فرقہ اس کے نام سے موسوم ہو گیا یعنی قرامطہ۔ قرامط نے الجابی کی سربراہی میں ایک آزاد ریاست قائم کر لی اور اس کے بیٹے ابوطاہر نے ۳۹۳ھ میں مکے پر حملہ کر کے حجر اسود اٹھایا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ بقول براؤن انہوں نے

۵۔ براؤن جلد اول صفحہ ۳۹۵ و ۳۹۶ میں ۴۲۳ھ میں قرامط کے مظالم کی داستان بیان

کرنے کی گنجائش نہیں ہے بطور نمونہ صرف ایک کارنامہ درج کر دیا ہے، ۱۲

سوسال تک سلطنت عباسیہ کے باشندوں کو خوفزدہ رکھا۔  
 القدرح کے عقائد، ما س نے اپنی تحریک کو اسمعیلی فرقے کے ساتویں امام اسمعیل  
 سے منسوب کیا، اس لئے اس تحریک کا نام اسمعیلی تحریک ہوا۔ مگر اس تحریک کو مختلف  
 زمانوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ مثلاً "سبعی، باطنی، تعلیمی، فاطمی، قرمطی،  
 اور حشیشی لیکن مورخوں نے اس تحریک کو ملاحظہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔  
 القدرح کے عقائد حسب ذیل ہیں۔

(۱) اس مذہب میں سات کا عدد بہت مقدس ہے اس کے بعد بارہ کا عدد مثلاً  
 سب سے زیادہ اور دوازدہ بروج۔ ہفتے کے سات دن اور سال کے بارہ مہینے۔  
 (ب) اصول ہفت گانہ:۔ خدا، عقل، کلی نفس، کلی انسان، مادہ، زمان، مکان۔  
 (ج) سات صاحب شریعت نبی یا رسول:۔ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، آنحضرت  
 صلعم اور محمد انعام (کامل) ابن اسمعیل ابن جعفر۔

(د) ہر رسول کے ساتھ جس کا لقب ناطق ہے ایک معادن بھی ہے جس کا لقب  
 صامت ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔ آدم کے ساتھ تیبث، نوح کے ساتھ سام، ابراہیم  
 کے ساتھ اسمعیل، موسیٰ کے ساتھ ہارون، عیسیٰ کے ساتھ پطرس۔ آنحضرت کے  
 ساتھ علی اور محمد بن اسمعیل کے ساتھ القدرح۔

(۴) القدرح نے اپنے عقائد کی تبلیغ کے لئے مبلغین تیار کئے ان کا لقب داعی تھا، دعا  
 کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ جس شہر میں جانے والے کوئی پیشہ مثلاً تجارت یا طبابت اختیار کرتے  
 سب سے پہلے وہ لوگوں کے دلوں میں اپنے منقہ، مقدس اور متورع ہونے کا نقش  
 جھاتے تھے۔ جب لوگ ان کی بزرگی کے قائل ہو جاتے تھے تو وہ ان کے قلوب  
 میں فلسفیانہ سوالات کے ذریعہ سے شکوک و سادس اور اضطراب پیدا کرتے  
 تھے۔ مثلاً

- ۱- خدانے یہ دنیا چھ دن میں کیوں پیدا کی جبکہ وہ ایک ساعت میں پیدا کر سکتا تھا۔
- ۲- صراط مستقیم کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟

- ۲- عذاب دوزخ کی حقیقت کیا ہے؟ دوزخیوں کی کھال کس طرح بدلی جائے گی؟
- ۴- رچی بھاری کی حقیقت کیا ہے؟
- ۵- دوزخ کے دروازے سات کیوں ہیں؟ جنت کے دروازے آٹھ کیوں ہیں؟
- ۶- آسمان سات کیوں ہیں؟ سورہ فاتحہ کی آیات سات کیوں ہیں؟
- ۷- کراما کا تین ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟
- ۸- حاملین عرش آٹھ کیوں ہیں؟ (قرآن ۶۹-۱۷۷)
- ۹- ابلیس کی کیا حقیقت ہے؟
- ۱۰- یا حوج و ما حوج اور باروت و ماروت سے کیا مراد ہے؟
- ۱۱- تمام حیوانات میں انسان ہی دو ٹانگوں پر کیوں کھڑے ہو کر چلتا ہے؟
- ۱۲- ہاتھوں میں دس انگلیاں کیوں ہیں؟
- ۱۳- چار انگلیوں میں تین تین پورے کیوں ہیں؟ انگوٹھے میں صرف دو کیوں ہیں؟
- ۱۴- صرف چہرے میں سات مخارج کیوں ہیں؟ آنکھ یا نوکیوں نہیں؟ جبکہ بقیہ تمام جسم میں صرف دو ہیں؟

یہ سوالات تبلیغ کی ابتدا میں کئے جانے تھے جب سننے والا مضطرب ہو جاتا تھا تو اس کے دماغ میں فلسفیانہ قسم کے شکوک و شبہات پیدا کئے جاتے تھے۔ اور جب وہ بہوت ہو جاتا تھا تو داعی اس سے کہتا تھا کہ تمہارے علمائے کبار کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ لیکن اگر تم میرا مذہب اختیار کر لو تو میں تمہیں اسلام کی حقیقت سے آگاہ کر دوں گا اس کی شرط یہ ہے کہ تم اپنی دولت یا کمائی میں سے ہماری تحریک کی مالی امداد کے لئے ایک رقم معین کر دو اور وعدہ کرو کہ جو تعلیم ہم نہیں دینگے تم اسے حقیق رکھو گے۔

اگر سامع اس شرط پر راضی ہو گیا تو اسے اس خفیہ جماعت کے پہلے درجے میں داخل کر لیا جاتا تھا۔ القدر نے ۹ درجے مقرر کئے تھے۔ آخری درجے میں پہنچ کر طالب حق کو اسلام سے بیگانہ کر دیا جاتا تھا۔

مقربزی اور نویری لکھتے ہیں کہ آخری درجے تک پہنچنے کے بعد طالب کے لئے اہتِ مطلقہ کا دروازہ کھل جاتا تھا اور عقائد کے لحاظ سے وہ شخص فلسفہ مشائخ کا پیرو بن جاتا تھا۔

براؤن لکھتا ہے کہ آخری درجے تک پہنچ کر مرید مذہبِ اسلام سے بیگانہ ہو جاتا تھا اور فلسفی بن جاتا تھا۔ بقول نویری وہ مانوی یا مجوسی یا فلسفیانہ عقائد اختیار کر لیتا تھا۔ بلکہ اس کا مذہب مختلف عقائد و افکار کا مجموعہ بن جاتا تھا۔

القداح اور قرمط دونوں نے اپنے تابعین کو جنہیں دعاۃ کا منصب دیا۔ یہ نصیحت کی تھی کہ جس شخص کو تبلیغ کرو پہلے اس کے عقائد سے واقفیت حاصل کرو۔ پھر اپنے آپ کو اس کا ہم خیال ظاہر کرو تاکہ وہ تم سے بدظن نہ ہو جائے۔ جب وہ تم پر اعتماد کرے تو اس کے عقائد کو آہستہ آہستہ متزلزل کرنا شروع کرو اس لئے ان دعاۃ نے ہر جگہ اسی حربے کو استعمال کیا اور کامیابی حاصل کی تھی۔

جس زمانے میں قرمط نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں مسلمانوں پر جو تھی بحث | میں تصوف کا آغاز ہو چکا تھا اور مختلف سلسلے قائم ہو چکے تھے۔

قرمط نے صوفیوں کے حلقوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو صوفی ظاہر کیا یعنی تصوف کے لباس میں صوفیوں کو گمراہ کرنا شروع کیا اور اسلامی تصوف میں غیر اسلامی عقائد کی آمیزش کر کے ایران میں اس غیر اسلامی تصوف کی بنیاد رکھ دی جو رفتہ رفتہ تمام مسلمانوں میں شائع ہو گیا اور اسلامی تصوف کے ساتھ اس طرح مخلوط ہو گیا کہ اسلامی اور غیر اسلامی تصوف میں انیساز کرنا عوام کے لئے ناممکن ہو گیا۔ کیونکہ جاہل عوام ہر زمانے میں اور ہر ملک میں دینِ اسلام کی حقیقت سے بیگانہ رہے ہیں یعنی غیر اللہ کو دستگیر مشکل کرنا اور حاجت روا ملتے رہے ہیں اور آج بھی مانتے ہیں۔

۱۔ دیکھو تاریخِ خلافت بنی فاطمہ مولفہ اولیثری ص ۲۹۰

۲۔ دیکھو براؤن جلد اول ص ۲۱۵

۳۔ دیکھو ڈاکٹر اولیثری کی تالیف تاریخِ خلافت بنی فاطمہ ص ۳۱۰

سقم بالائے سقم یہ ہوا کہ ایران کے اکثر باشندوں نے اسلام کو صدقِ دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ قرامط نے جو غیر اسلامی عقائد جن کی وضاحت قبل ازیں کی جا چکی ہے تصوف کے لباس میں ایرانیوں کے سامنے پیش کئے مثلاً حلول، اتحاد، تجسم، تناسخ وغیرہ وہ سب ایسے تھے جو قبل اسلام، ایران کے مختلف طبقات میں سرودج تھے اس لئے ان لوگوں نے ان عقائد کو بخوشی قبول کر لیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اس مضمون سے چند اقتباسات ہدیہ ناظرین کر دیئے جائیں جو ایک نیرسلم ہے۔ ای کر سکی (KRYMSKY) نے تصوف کے ارتقا پر لکھا تھا اور جسے حال ہی میں اسلامک کوارٹری کے مدیر نے مجذہ مذکورہ کی جلد ششم برائے سال ۱۹۶۱ء میں درج کیا ہے۔

”صوفی جماعت کے افراد اپنے آپ کو سنت کا سچا محافظ کہتے تھے لیکن ایران میں یہ لقب ان لوگوں نے بھی اختیار کر لیا تھا جن کے عقائد اسلام سے اس قدر بعید تھے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو ہمہی قرار دے دیتے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ جب ۱۰۰۰ء میں عبداللہ ابن میمون القدرانی نے اسمعیلی فرقے کی اصلاح کی اور ان کو منظم کیا تو اس جماعت کے پوشیدہ طریق پر تبلیغ کرنے والوں کو یہ نصیحت کی کہ جب وہ مسلمانوں سے ملیں تو اپنے آپ کو صوفی ظاہر کریں تاکہ کسی کو ان پر شبہ کرنے کا موقع نہ مل سکے حقیقت حال یہ ہے کہ ان جدید اسماعیلیوں نے ایران اور دوسرے ملکوں میں تصوف کو عوام میں بڑی حد تک مقبول بنا دیا۔ لیکن اس خدمت کے معاوضے میں انہوں نے تصوف میں ایسے غیر اسلامی رجحانات اور عقائد داخل کر دیئے۔ جن کا اظہار چوتھی صدی ہجری سے ہو۔ شروع ہو گیا۔“

”مجلد اسلامک کوارٹری جلد ۶، شمارہ ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸

اسماعیلی دُعا نے جو پندرہویں صدی عیسوی کے آغاز میں ہندوستان میں گئے، صوفیوں کا طریقہ اختیار کیا اور ہندوؤں سے کہا کہ حضرت علیؑ و شیخوں کے دسیوں اذکار تھے چنانچہ پیر صدر الدین نے اسی حکمت عملی سے کام لے کر بہت سے ہندوؤں کو اپنے مذہب کا پیرو بنایا۔

بحوف طوائف نہ تو میں قرامطہ کی تاریخ اس کتاب میں درج کر سکتا ہوں اور نہ اس فتنہ و فساد کی تفصیل بیان کر سکتا ہوں جو اس فرقے کے مبلغین نے دنیا سے اسلام میں پھیلایا۔ میرا مطلب اس داستان سے صرف اس قدر ہے کہ میں ناظرین کو یہ بتا دوں کہ مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوف، جسے اسلام سے کوئی علاقہ نہیں ہے، کس طرح شائع ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ ایضاً مقصد کے لئے بالکل کافی ہے اس فرقے کے افراد نے تصوف کے پردے میں اپنے عقائد کی جس طرح تبلیغ کی اور جس حکمت عملی سے کام لے کر تصوف کو سراسر غیر اسلامی بنا دیا۔ اس کی مثالیں بیکتاشی سلسلے اور نور بخشی سلسلے کے صوفیوں کے عقائد سے بخوبی مل سکتی ہیں۔

صوفیوں کے اس فرقے کی تاریخ ڈاکٹر جے کے برج (BIRGE) نے اپنی کتاب "درویشوں کا بیکتاشی سلسلہ" میں مفصل طور پر لکھی ہے۔ بحوف طوائف صرف چند اقتباسات پر اکتفا کرتا ہوں۔

"اس سلسلے کا بانی حاجی بیکتاش دلی تھا جو ۱۱۳۸ھ میں خراسان (اسماعیلی) دعا کے مرکز سے اناطولیا میں آیا تھا اس نے ۱۱۳۵ھ میں وفات پائی (ص ۳۵) ترکوں میں اس کے سلسلے کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی ہے، اس سلسلے کے عقائد حسب ذیل ہیں:-

(۱) اللہ حقیقت واحد ہے۔

(۲) محمدؐ اور علیؑ دونوں اللہ کے مظاہر خاص ہیں۔

(۳) اللہ محمدؐ اور علیؑ تینوں میں عینیت کا علاقہ ہے۔

(۴) محمدؐ اور علیؑ درحقیقت ایک ہیں یا ایک شخص کے دو نام ہیں (ص ۳۲ و ۳۳)۔

ان چار عقیدوں سے اس بات کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے کے صوفیوں کو اسلام سے کتنا تعلق تھا!

حضرت علیؑ کے بارے میں اس سلسلے کے صوفیوں کے جو عقائد ہیں اس کا اندازہ خطبۃ البیان سے ہو سکتا ہے جو اس سلسلے میں بہت معتبر کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:-

(۱) میرے پاس مفاہیح الغیب ہیں جن کو محمدؐ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ نیز عزرائیل (ملک الموت) میرا تابع فرمان ہے۔

(۲) میں لوح محفوظ ہوں۔ میں بحجۃ اللہ ہوں۔ میں حجۃ الانبیاء ہوں۔

(۳) میں قسیم النور والجنّت ہوں۔ میں اللہ کا دل ہوں۔ میں نوح اقل ہوں۔

(۴) میں ذوالقرنین ہوں۔ میں عیساؑ کا کان ویاکون ہوں میں غشی اسحاب ہوں۔ میں مطر الانہار ہوں میں قیوم السما ہوں۔

حصہ ۱۲ و حصہ ۱۳

یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں لندن سے شائع ہوئی ہے۔ مزید معلومات کے لئے ناظرین بطور خود اس کتاب کا مطالعہ کر لیں۔

اس سلسلے کا تذکرہ پروفیسر محب الحسن نے اپنی تالیف **نوربخشی سلسلہ** "کشمیر ریورنگس سلاطین" میں صفحات ۲۸۳ تا ۲۸۷ء کیا

ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "نوربخش فرتے کا بانی سید محمد بن عبداللہ تھا جو ۱۹۵ھ

۱۲۹۲ء میں قائم کوہستان میں پیدا ہوا تھا۔ جوانی میں خواجہ اسحاق نخطلانی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خواجہ صاحب امیر کبیر سید علی ہمدانی کے خلیفہ تھے خواجہ

اسحاق نے سید محمد کو، نوربخش کا لقب عطا کیا۔ نوربخش نے دعویٰ کیا کہ مجھے امام

جعفر صادقؑ سے روحانی فیض حاصل ہوا ہے اس کی تعلیمات میں تیسرے عقائد

کارنگ نمایاں ہے۔ اس سلسلے کے افراد خلفائے ثلاثہ کی شان میں گستاخی کرتے

تھے۔ لیکن نوربخش نے امام ہمدی المنتظر ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ اس

لئے شیعہ بھی اسے ناپسند کرتے تھے۔

کشمیر میں اس سلسلے کو شمس الدین نے شائع کیا۔ یہ شخص اپنے وطن شولگان



ایران اسے چل کر پہلے ملتان آیا پھر ۲۵۲ھ میں کشمیر پہنچا۔ کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد بلتستان میں نوربخشی عقائد کی تبلیغ کی پھر کشمیر واپس آیا اور کشمیر کے چک حکمران خانسان کو تشیعہ مسلک کا پیرو بنایا۔

ان تصریحات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرامطہ نے تصوف کے لباس میں اپنے مسلک کی تبلیغ کی اور تصوف میں ایسے عقائد داخل کر دیئے جو قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

جیسا کہ ہم قبل انہیں لکھ چکے ہیں، قرامطہ نے ہمیشہ اس اصول پر عمل کیا کہ ”جیسا دیس ویسا بھیس“ چنانچہ جب ان کے دعاۃ ہندوستان میں آئے تو انہوں نے ہندو صوفیوں اور جوگیوں اور پیروں کے طور طریقے اختیار کئے اور ہندوؤں میں حضرت علیؑ کو دشمنوں کے دوسوں ہونار کے روپ میں پیش کیا، عوام میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اپنے ناموں سے پہلے ”پیر“ کے لقب کا اضافہ کیا۔

پیر صدر الدین نے گجرات میں اور پیر شمس الدین ملتان میں تصوف کے پردے میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی۔ اس بات کی تصدیق ڈاکٹر جے این ہالشر کی تالیف ’شیعان ہند‘ سے بھی بخوبی ہو سکتی ہے۔ مصنف مذکور لکھتا ہے:

”اگرچہ صوفیوں اور شیعوں میں بنیادی اختلاف پایا جاتا ہے مگر اسامی علیہ فرقتے نے اس اختلاف کو بہت کم کر دیا چنانچہ اسمعیلی پیروں نے صوفیہ کے طریقے اختیار کر لئے۔“ ص ۲۵

”فتح شاہ کے عہد حکومت میں ۱۲۹۶ء میں شمس الدین اسمعیلی داعی کشمیر میں آیا اور اس کے ساتھ چک قبیلے کے افراد بھی واپس آگئے جن کو فنڈ انگیزی کی پاداش میں ملک بدر کر دیا گیا تھا۔ یہ لوگ ابتدا میں آفتاب پرست تھے اور رافضی تہ فرقتے سے تعلق رکھتے تھے۔ بادشاہ نے شمس الدین کو تبلیغ کی اجازت دی اور اس نے چک قبیلے کے افراد کو نوربخشی سلسلے میں داخل کر لیا۔“ ص ۱۲۷

”نوربخشی سلسلے کے عقائد احوط نامی کتاب میں مندرج ہیں جو کفر اور الحاد کا

مرکب میں۔ نہ وہ عقائد شیعوں کے ہیں نہ سنیوں کے۔ یہ لوگ خلفائے ثلاثہ پر طعن کرتے ہیں۔ اس لئے سنی نہیں ہو سکتے اور نور بخش کو حمدی موعود یقین کرتے ہیں اس لئے شیعہ نہیں ہو سکتے (ص ۱۲)

قرامطہ کا یہی طریق کار تھا کہ جس طرح ہو سکے خصوصاً تصوف کے پردے میں مسلمانوں کے اندر اتحاد اور بے دینی کی اشاعت کی جائے اور اس مقصد میں وہ کامیاب ہو گئے، یعنی انہوں نے تصوف کے پردے میں مسلمانوں کے دلوں میں غیر اسلامی عقائد جاگزیں کر دیئے۔ مؤلف مذکور اس کتاب کے ص ۳۳ پر لکھتا ہے۔

” اسمعیلی سیدوں کا ایک فائدہ قاہرہ سے چل کر سبزواری آیا۔ پیر شمس الدین سبزواری ہمیں سے ملتا آیا تھا اور اس نے صوفیوں کے لباس میں اسمعیلیت کی تبلیغ کی۔ بعض لوگوں نے شمس الدین سبزواری کو غلطی سے شمس تبریز سمجھ لیا ہے جو جلال الدین رومی کا مرشد تھا۔ پیر شمس الدین جو اسمعیلیہ نزاریہ فرتنے کا داعی تھا ۱۲۹۶ھ میں کشمیر آیا اور تفتیحہ کر کے اپنے آپ کو یہاں کے باشندوں کے رنگ میں رنگیں کر لیا۔ چنانچہ ایک دن جبکہ ہندو دوسہرے کی خوشی میں گد با رقص کر رہے تھے پیر صاحب بھی اس رقص میں شریک ہو گئے اور ۲۸ گد با گیت تصنیف فرمائے۔ رفتہ رفتہ ہندوؤں سے مانوس ہو گئے اور انہوں نے بہت سے ہندوؤں کو

امام الزماں حضرت قاسم شاہ نزاری کا پیرو بنا دیا ص ۳۵

کشمیر سے پیر شمس الدین آج میں آیا جو ملتان سے اسی میل دور ہے روایت ہے کہ یہاں اس نے ایک امیر توحی کے مردہ بیٹے کو زندہ کر دیا جس کی وجہ سے عوام میں اسے غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو گئی چنانچہ اس نے پیری مریدی

لے یہ دوسرا پیر شمس الدین ہے۔ پہلا شمس الدین نور بخشی فرتنے سے تعلق رکھتا تھا اس کا مزار ملتان میں ہے۔ ۳۵۔ یہ نمبر پیر شمس الدین ہے جس کا مزار آج میں ہے۔ ۱۲۔

کاسلسلہ شروع کر دیا اور اس کے مرید شمسی کہلاتے ہیں۔ اس نے ۱۰۰۰ھ میں،  
۱۰۰۰ھ میں وفات پائی۔ (ص ۳۵۵)

پیر صدیق الدین اسماعیلی نزاری فریقے کا داعی بھی پیروں کے لباس میں ہندوستان  
آیا تھا اس نے ۱۰۰۰ھ میں تبلیغ کا آغاز کیا اور قرامطہ کے اصول تبلیغ کے  
مطابق اس نے اپنا ہندوئی نام سہیلو رکھا اور پنجاب کے لوہانہراجپوتوں  
کو اپنے مذہب میں داخل کیا، اس نے کہا کہ وشنو کا رسواں اذنا حضرت علیؑ  
کی صورت میں ظاہر ہو چکا ہے اس کے پیرو صوفیوں کی زبان میں محمد اور علی کی  
تعریف میں بھجن گایا کرتے تھے اس نے اپنے مریدوں کے لئے ڈھم اور نامی  
کتاب لکھی، جو آج بھی اسماعیلی نزاری خوجوں کی نہایت مقدس مذہبی کتاب  
ہے۔ پیر صدیق الدین نے اسحٰج میں وفات پائی۔ اس کے مزار پر ہر سال عرس منعقد  
ہوتا ہے جو نما گورنر ج میں واقع ہے۔ یہ قصبہ پورچ سے ۵ میل کے فاصلے پر  
ریاست ہماچل میں واقع ہے۔ (ص ۳۵۵، ۳۵۶)

ان انتہاسات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قرامطہ نے صوفیوں اور پیروں کے لباس  
میں غیر اسلامی عقائد کی تبلیغ کی اور اس طرح غیر اسلامی تصوف عالم وجود میں آ گیا۔ جس  
میں تمام غیر اسلامی عقائد مثلاً تشکیث، تجسم، کفارہ، حلول، الوہیت علی، رحمت، بداء،  
اتحاد، تاسخ ارواح اور فدا مت مادہ وغیرہ داخل ہیں جو عام بے چارے یہ سمجھے کہ یہی اصلی  
صوف ہے جو قرامطہ صوفیوں کے لباس میں پیش کر رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ !

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ایک طرف قرامطہ نے صوفیوں کے لباس میں مسلمانوں  
کو غیر اسلامی تصوف سے مانوس کر دیا۔ دوسری طرف مسلمان صوفیوں کی تصانیف پر  
نہایت چابکدستی کے ساتھ اپنے عقائد داخل کر دیئے۔ عربی میں اس کو تہذیبیں کہتے  
ہیں۔ چنانچہ امام عبد الوہاب شمرانی نے ایوہیت و الجواہر ص ۱ میں لکھا ہے کہ

”باطنیہ، ملاحدہ اور زنا و قد نے سب سے پہلے امام احمد بن حنبلؒ پھر امام غزالی  
کی تصانیف میں اپنی طرف سے تہذیبیں کی نیز اس فرقہ باطنیہ نے ایک کتاب

جس میں اپنے عقائد کی تبلیغ کی تھی۔ میری زندگی میں میری طرف منسوب کردی اور میری انتہائی کوشش کے باوجود یہ کتاب تین سال تک متداول رہی۔“

اس اقتباس سے ناظرین اس فرقہ کی دلیری، عیاری اور معاملانہ سمرگرمیوں کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ اگر استقصا رکیا جائے تو اس موضوع پر ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے، مگر میں چند مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

۱۔ اس فرقے نے بہت سی روایات وضع کر کے مسلمانوں میں شائع کر دیں۔

اس فرقے کے صوفیوں نے اپنی مجلسوں میں ان وضعی روایات کو مسلسل بیان کیا اور سامعین نے ان مقدس حضرات پر اعتماد کر کے انہیں قبول کر لیا۔

بیکتا شی سلسلے میں یہ روایت بہت مقبول ہے کہ جب جنگ احد میں آنحضرت صلعم زخمی ہو گئے اور جسم سے خون بہنے لگا تو جبریل نے آکر آپ سے کہا کہ ”یا علیؑ“

دالی دعا پڑھو یعنی علیؑ کو پکارو جب آپ نے یہ دعا پڑھی تو علیؑ فوراً آپ کی مدد کے لئے آئے اور کفار کو قتل کر کے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو قتل ہونے سے بچالیا۔

(دیکھو درویشوں کا بیکتا شی سلسلہ مصنف ڈاکٹر برج ص ۱۳۵ مطبوعہ ہارٹ ڈوڈ پریس اسے ۱۹۳۷ء)

ارباب علم جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جنگ احد میں اس قسم کی کوئی دعا نہیں

پڑھی۔ یہ دعائیں یا میرت یا مغازی کی کسی مستند کتاب میں مرقوم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جب جنگ احد میں حضرت علیؑ از اول تا آخر حضورؐ انور کے ساتھ رہے تو انہیں پکارنے کی ضرورت کیسے پیش آسکتی تھی؟

یہی روایت اہل سنت کی کتابوں میں راہ پاگئی کیونکہ عقیدت میں غلو انسان

کو تحقیق اور درایت دونوں سے بیگانہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ سید مظفر علی شاہ صاحب

چشتی اپنی تالیف موسومہ جوہر غیبی مطبوعہ نوکشمور پریس لکھنؤ ۱۸۸۶ء میں ص ۶۵

پر لکھتے ہیں:-

”ذخیرۃ نبوک چون شکر اسلام شکستہ شد حضرت سید عالم صلعم در میان

کشتگان پنہاں نشند جبریل اس کلمات آوردند:

نا د علیاً مظهر العجایب تجدا عونا لك في الغرائب كل هم و عجز

سینجلی ینبوتک یا محمدا و بلا یندک یا علی یا علی یا علی

اللہ مصنف مرحوم کی علمی اور تاریخی لغزشوں کو معاف فرمائے! انہوں نے اس روایت کو ذریعہ کتاب بنانے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ غزوة نبوک میں تو سر سے سے قتال ہی نہیں ہوا اور اسی لئے مورخین اسے غزوة نہیں کہتے۔ دراصل یہ وہی روایت ہے جو بیگناہی سلسلے کے صوفیوں میں متداول ہے اور انہی کی کتابوں سے سید صاحب نے اپنی کتاب میں نقل کر لی ہے۔ خدا معلوم جنگ احد کے بجائے انہوں نے غزوة نبوک کہاں سے نقل کر لیا اور کیسے لکھ دیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سیرۃ النبوی یا تاریخ اسلام کا قطعاً مطالعہ نہیں کیا تھا۔

مجھے اس روایت کو نقل کر کے یہ دکھانا مقصود ہے کہ فرامط نے جو نظام عقائد مدون کیا تھا وہ قرآن کی ضد ہے۔ چنانچہ اس روایت سے ان کا مقصد قرآن کی اس آیت کی تردید تھا۔

”وَإِنْ يَسْأَلْكَ اللَّهُ بَعْضُ أَلْأَهْوَاءِ“ (سورہ یونس آیت ۱۰۱)

”اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس مصیبت کو دور کرنے والا نہیں ہے۔“ قرآن کی رد سے اللہ کے علاوہ کوئی شخص دستگیر یا مشکل کشا یا حاجت روائی کا رسالہ نہیں ہے۔ چونکہ فرامط براہ راست مسلمانوں کو شرک کی تعلیم نہیں دے سکتے تھے، اس لئے انہوں نے صوفیوں کا روپ دھارا اور اپنے ظاہری تقدس، وضع قطع، لباس، گفتگو اور طرز عمل سے مسلمانوں کو دھوکا دیا اور یہ مشرکانہ

۱۰ (اے محمدؐ) علی کو پکار جو عجائبات کا ظاہر کرنے والا ہے تو اسے مصیبتوں میں اپنا معین پائے گا

تمام پریشانیوں اور غم تیری نبوت اور علی کی ولایت کے وسیلے سے مغرب دور

ہو جائیں گے۔ (اس دعا کا پڑھنے والا اگر علیؑ کو محمدؐ سے افضل سمجھے تو اس کا کیا قصور ہے؟)

تعلیم آسانی ان کی محبوب شخصیت کے نام کے پردے میں، ان کے دماغوں میں جاگزیں کر دی اور داد طلب امر یہ ہے کہ یہ کام ایسی عمدگی سے انجام دیا کہ عوام دھوکہ کھا گئے اور مرویایام سے یہ روایات مسلمان صوفیوں کے صوفیانہ لٹریچر کا جزو لاینفک بن گئیں۔ اور اب ان روایات کو صوفیانہ لٹریچر سے خارج کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا گوشت کو ناخن سے جدا کرنا۔

اسلامی تصوف کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صوفی کو سب سے پہلے یہ یقین کی جاتی ہے کہ :-

۱۔ اللہ کے سوا کسی شخص میں خواہ وہ نبی ہو یا رسول، غوث ہو یا قطب، کوئی قدرت نہیں ہے۔

۲۔ غیر اللہ سے استمداد درکنار، اس کی طرف متوجہ ہونا بھی سالک کے لئے مضر ہے۔ ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اسی کو تَبَتُّلُ کہتے ہیں۔

۳۔ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ - جب تک اللہ قوت عطا نہ کرے، کسی شخص میں فعل کی کوئی قوت پیدا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ سرآمد موحیدین میں التَّقِیْنِ حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی اپنی تصنیف فتوح الغیب میں مقالہ سوم میں فرماتے ہیں۔

لَا خَاعِلٌ فِي الْحَقِيقَةِ إِلَّا اللَّهُ

یعنی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا اس کائنات میں کوئی فاعل نہیں ہے۔

سارا قرآن از اقل تا آخر اس حکم سے معمور ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو صرف دو بین آئیں درج کرتا ہوں۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ

اور اللہ کو چھوڑ کر کسی کو مت پکارو کیونکہ من دون اللہ جو بھی ہے (خواہ رسول ہو

یا ولی) نہ تمہارے نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان (سورۃ یونس آیت ۱۰۶)

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الہ کو مت پکارو کیونکہ اللہ کے سوا اس

کائنات میں اور سراسر (نافع باضار) موجود ہی نہیں ہے (۲۸-۸۸)

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُحَذَّرِينَ

پس اللہ کے ساتھ کسی دوسرے اللہ کو مت پکارا۔ اگر ایسا کرے گا تو بلاشبہ تو عذاب پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ (۲۶-۲۱۳)

قرامطہ کا مقصد مسلمانوں کو توحید سے منحرف نہ کرنے کی صف میں داخل کرنا تھا اسی لئے ان کے روحانی اور دینی پیشوا عبد اللہ ابن سبأ نے حضرت علیؓ کو خدا بنایا۔ اور اگرچہ حضرت علیؓ نے اسے قتل کر دیا مگر وہ مرتے مرتے شرک کا بیج اسلام کی زمین میں بو گیا۔ قرامطہ اسی بیج کا درخت تھے جس کے آثار تلخ سے ہم چودھویں صدی میں مستفید ہو رہے ہیں۔

اسلام کی امتیازی صفت یہ تھی کہ یہ دین انسان پرستی کی لعنت سے پاک تھا۔ عبد اللہ ابن سبأ اور اس کے جانشینوں القلاح اور حمدون قرامطہ نے انتہائی چابکدستی کے ساتھ اسلام کو اسی امتیازی صفت سے محروم کر دیا۔ ہندوؤں کے یہاں رام اور کرشن خدا کے اقدار ہیں قرامطہ کے یہاں اسماعیل اور علی خدا کا اقدار ہیں وہ بوقت مصیبت رام کو پکارتے ہیں اور یہ بوقت مصیبت علیؓ کو پکارتے ہیں۔ خدا وہاں بھی معطل ہے۔ یہاں بھی انہی قرامطہ کی تقلید میں اکثر مسلمان حضرت علیؓ کو مشکل کشا سمجھتے ہیں اور ہر مشکل کے وقت خدا کے بجائے انہیں پکارتے ہیں اور جو مسلمان انہیں اس فعل سے منع کرتا ہے اسے دہائی کہتے ہیں۔

قرامطہ نے صوفی بن کر مسلمانوں کو جس حد تک گمراہ کیا، عمل صالح اور جہد و جہد سے بیگانہ بنایا۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے "ناد علیا" سے دنیا جہان کی تاثیر منسوب کر دی میں اپنے دل پر جبر کر کے بلکہ پتھر کی سل رکھ کر جو اہر غیبی سے ان کلمات کے خواص نقل کرتا ہوں:

خواص اس کلمات بسیار است۔

- ۱۔ اگر مسحور ہفت بار برآب چاہ بخواند و ازاں غسل کند، سحر باطل شود۔
- ۲۔ اگر اول ساعت جمعہ چل و ہشت بار بخواند باہر کہ سخن راند، محب او شود۔

- ۳۔ اگر از دشمن خوف باشد ہر روز ہفتاد بار بخواند، دشمن مقہور شود۔
- ۴۔ برائے اخلاص مجوس ہر روز شصت بار بخواند۔
- ۵۔ برائے حصول دولت ہر ماہ ادا صد بار بخواند۔
- ۶۔ برائے رویت آنحضرت صلعم ہر شب سہ ہزار بار بخواند۔
- ۷۔ برائے کشفِ کنوز و اسرارِ غیب چل روز، ہر روز شصت و ہفت بار بخواند۔
- ۸۔ برائے تحصیلِ علوم ہر روز ہفتاد بار بخواند۔
- ۹۔ برائے بغض و عداوت میانِ دو شخص بست بار بخواند۔
- ۱۰۔ برائے تحصیلِ مرادات ہر روز بست و چہار بار بخواند ص ۶۱۲ و ۶۱۳

بخوف طوالت صرف انہی خواص پر اکتفا کرتا ہوں۔ کتاب میں اسی قدر خواص اور بھی مرقوم ہیں ان خواص پر تنقید کے بجائے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسی قسم کے تصوف نے مسلمانوں کو قوت عمل سے محروم کر دیا۔ یہ سوال خارج از بحث ہے کہ ان کلمات میں یہ تاثیر کہاں سے ثابت ہے کیونکہ اس قسم کے اسرار و رموز فہم انسانی سے بالاتر ہیں۔

ایک بات اور عرض کروں، اس روایت کے واضح نے کمال دانائی سے حضرت علیؑ کا مرتبہ سرکارِ دو عالم صلعم سے بڑھا دیا اور واضح کا اصلی مقصد یہی تھا کہ مرکز توجہ حضور انور صلعم کی جانب سے ہٹ کر حضرت علیؑ کی طرف منتقل ہو جائے نہ اللہ سے تعلق باقی رہے نہ رسول اللہ سے۔

یہ ایک روایت ہے ان صد ہا روایات لایعنی میں سے جنہوں نے مسلمانوں کے عقائد میں شرک کی آمیزش کر دی اور قرآن مطہ نے یہ کار نامہ تصوف کا بارہ اور ٹھہرا کر انجام دیا۔ عوام جب ان کی مجلسوں میں جاتے تھے تو یہ لوگ پہلے ان کو اپنے ظاہری تقدس سے مسحور کرتے تھے۔ پھر ان کے عقائد کو غیر اسلامی تصوف کے سانچے میں ڈھال دیتے تھے۔

نظر ان کی رہی مجلس میں بس حضور زوالد پر  
گرا کیس چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر



اگر تصوف اسی بات کا نام ہے کہ مسلمان خدا پرستی کے بجائے شخصیت پرستی میں مبتلا ہو جائے تو ایسے تصوف سے ہر سچا مسلمان ہزار بار اللہ کی پناہ طلب کرے گا۔  
 قرامطہ نے نصوص الحکم، فتوحات مکیہ، تنویر مولا ناروم اجیار العلوم اور دوسری مشہور کتابوں میں اپنی طرف سے عبارتیں اور اشعار داخل کر دیئے بلکہ بہت سی کتابیں خود لکھ کر بعض بزرگوں کے نام سے منسوب کر دیں مثلاً ایک دیوان حضرت علیؑ سے منسوب کر دیا، بہت سی رباعیات مختلف صوفیوں سے منسوب کر دیں مثلاً یہ مشہور رباعی حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے منسوب کر دی۔

شاہ است حسینؑ با دناہ ہست حسینؑ      دین است حسینؑ دین پناہ ہست حسینؑ  
 مردانہ داد دست در دست بریزید      حقا کہ بنائے لالہ ہست حسینؑ

قرامطہ نے بہت سی غزلیں مولا ناروم کے دیوان میں شامل کر دیں جس کا نام دیوان شمس تبریز ہے۔ ایک غزل کے چند اشعار ذیل میں درج کرتا ہوں:-

شاہے کردی بود و صی بود علی بود      سلطان سخا و کرم وجود علی بود  
 ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن      ہم موعود ہم وعدہ موعود علی بود  
 گویند ملک ساجد و مسجود برد آدم      از من بشنو ساجد و مسجود علی بود  
 ہم آدم ہم شیت ہم ایوب ہم ادریس      ہم یوسف ہم یونس ہم مود علی بود  
 جبریل کہ آمد ز بر خالق بیچوں      در پیش محمدؐ شد و مقصود علی بود  
 ایں کفر نباشد سخن کفر نہ این است      تا ہست علی باشد و تا بود علی بود

مرشد رومی ہرگز یہ غزل نہیں لکھ سکتے تھے کیونکہ دوسرے شعر کا پہلا مصرع بجزائے نص قرآنی نبوالاول والاخر والظاہر والباطن "اللہ تعالیٰ کی صفات پر شاہد ہے اور کوئی مسلمان اس نص کو غیر اللہ کی ذات پر منطبق کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا یہ کام وہی

حاشیہ صفحہ ۳۸۔ اکبر الہ آبادی کا شعر ہے:-

نظران کی رہی کالج میں بس علمی فوائد پر      گلا میں چکے چکے بجلیاں دینی عقائد پر

میں نے اپنے مطلب کو واضح کرنے کے لئے اس میں تصرف کر دیا ہے ۱۲

شخص کر سکتا ہے جو حضرت علیؑ کو خدا یا خدا کا اوتار سمجھتا ہے۔ اور عبد اللہ ابن مسبار کی اور اس کے متبعین القدر اور قرطبی کی تعلیم کا سنگ بنیاد ہی الوہیت علیؑ کا عقیدہ ہے لہذا یہ غزل انہی کے پیرو لکھ سکتے ہیں چند اشعار اور بھی درج کرنا ہوں۔

اصل و آخر توئی ظاہر و باطن توئی مفرغ عالم توئی شاہ سدام علیک

یا حیدر خود حیدرم بیروں زجید رکافر تم حق دبا حق من عرف انشاہ مردان یا فتم

اسے رہنمائے مومنان، اللہ مولانا علیؑ اسے عیب پوش وغیب من اللہ مولانا علیؑ

قاضی و شیخ و مختسب اور بدل بغض علیؑ ہر سہ شہد ہمانہ دیں بری اللہ مولانا علیؑ

مرشد رومی یہ اشعار ہرگز نہیں لکھ سکتے تھے کیونکہ عیب پوش اور غیب دان یہ اللہ کی صفات ہیں نہ کہ حضرت علیؑ کی۔

دیوان شمس تبریز پر جلال مہانی نے جو مقدمہ لکھا ہے اس میں ان اشعار کو الحاقی قرار

دیا ہے (دیکھو مقدمہ حشاد دیوان شمس تبریز مطبوعہ طہران ۱۳۳۳ھ شمسی)

خواجہ اجیریؒ یا مرشد رومیؒ کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ حقیقت

ہے! فرامطہ اور ان کے ہم خیالوں نے تو اس قدر جسارت کی کہ اپنے مزموعات باطلہ حادیرت

بنوئی کے لباس میں حضورؐ اور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیئے۔ مخلصان کی یہ حادیرت ہے

جو ترمذی میں بھی موجود ہے۔ نام مدینة العلم یا المادلا الحکمة و معنی بابغا

شیخ الاسلام اہلبیت من آبات اللہ مجاہد اعظم حضرت سیدی وشیحی و مولوی سید

حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز مکتوب ۱۹۰۹ء و صفحہ ۱۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں،

”یہ روایت نہ تو صحیحین میں ہے اور نہ روایت کا ذکر کرنا اسے اس کی تصحیح فرماتے ہیں“

ترمذی نے بھی روایت کرنے کے بعد کلام کیا ہے کہ بعض علمائے نے یہ حدیث شریک

تابعی سے روایت کی ہے مگر علمائے حدیث اس کو ثقافت میں سے نہیں پہچانتے۔

سوائے شریک کے علماء ابن جوزی نے موضوعات میں اس کے مجدد طریق پر یقین کے

ساتھ باطل ہونے کا حکم دیا ہے ایک جماعت محدثین کی اس کے موضوع ہونے کی قائل ہے

امام البحر والتعديل سچي بن معين صاف فرماتے ہیں۔ کہ اس روایت کی سرے سے کوئی اصل ہی نہیں ہے۔ ظاہر مٹتی نے بھی اس کی صحت کا انکار کیا ہے... امام العصر مولانا نور شاہ صاحبؒ:۔۔۔ بھی روایت کی صحت کو تسلیم نہیں فرماتے (عاشیہ مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی مرتبہ مکتوبات شیخ الاسلام) (ماخوذ از مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اول۔ اردو پبک اسٹال لاہور)

صوفیہ کے اشعار میں ندیس اور الحاقی کی وہاں اس قدر عام ہو چکی تھی کہ جب مولانا جامیؒ بقول آئے تو ان دنوں وہاں رد انقض کا ہجوم تھا۔ انہوں نے مولانا کی کتاب "سلسلۃ الذہب" پر چند اعتراضات کئے تھے ایک رافضی نے حضرت علیؑ کی شان میں چہرہ مبارک آمیز اشعار لکھ کر مولانا سے منسوب کر دیئے۔

ایک دن جامع مسجد بغداد میں مجلس مناظرہ قائم ہوئی جس کا مقصد یہ تھا کہ روافض اپنے اعتراضات پیش کریں گے مگر پہلے ان اشعار پر اعتراض ہوا جو ایک رافضی نے مولانا سے منسوب کر دیئے تھے۔ منی علماء نے ان اشعار پر اعتراض کیا۔ اس داستان کی تفصیل کے لئے دیکھو حیات جامی مؤلفہ ڈاکٹر علی اصغر حکمت مطبوعہ طہران ص ۸۳۔

مجھے اس واقعہ سے صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ اسمعیلیہ فرامطہ اور روافض کا یہ محبوب مشغلہ تھا کہ وہ صوفی شعراء کے کلام میں، حضرت علیؑ کی شان میں ایسے مبارک آمیز اشعار جن سے الوہیت علیؑ پر استدلال ہو سکے، اپنی طرف سے شامل کر دیا کرتے تھے۔ اگر یہ سوال ہو کہ انہیں اس کی جرأت کیسے ہوتی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام صوفی سلسلے اور تمام صوفی افراد بلا استثناء اہل حق حضرت علیؑ کو نہایت مکرم، محترم اور لائق توقیر سمجھتے ہیں اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ سلاسل اربعہ میں سے تین سلسلے حضرت علیؑ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لہذا صوفی شعراء نے جہاں خلفائے ثلاثہ کی منقبت میں زور قائم صرف کیا ہے وہاں حضرت علیؑ کی منقبت میں بھی اپنی عقیدت کا مظاہرہ کیا ہے اس لئے روافض اور فرامطہ کو مبارک آمیز اشعار شامل کلام کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں

اسکتی تھی۔ فرض کیجئے مولانا جامی نے اکیس شعر کی ایک نظم حضرت علیؑ کی شان میں لکھی تو اگر کوئی شخص دو تین ایسے شعر جن میں حضرت علیؑ کو خدا بنا دیا گیا ہو اس نظم میں چپکے سے شامل کر دے۔ (اور اسی کو نڈسیس کہتے ہیں) تو کیا دشواری لاحق ہو سکتی ہے؟

قرامط نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے جہاں اور ہتھکانڈے استعمال کئے وہاں یہ حربہ بھی استعمال کیا کہ اپنی مجلسوں میں مسلسل اس گمراہ کن عقیدے کی تبلیغ کی کہ شریعت اور طریقت دو جدا گانہ چیزیں ہیں اور جب ایک شخص طریقت کے دائرے میں قدم رکھتا ہے تو اس کے لئے شریعت کی پابندی لازمی نہیں رہتی۔ جی چاہے پابندی کرے جی چاہے نہ کرے۔“

ملوکیت نے دین اور دنیا میں تفریق تو پہلے ہی سے قائم کر دی تھی اور اس غیر اسلامی تعلیم نے مسلمانوں کی اجتماعی اخلاقی اور دینی زندگی کو تباہ کر دیا تھا۔ یہی سہی کسر اس غیر اسلامی تصوف نے پوری کر دی کیونکہ شریعت اور طریقت کی تفریق سے اباحت مطلقہ کا دروازہ کھل گیا اور مسلمانوں کی روحانی زندگی ختم ہو کر رہ گئی۔

قرامط کو اس تفریق کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ اگرچہ انہوں نے مصلحتاً تصوف کا لبادہ اڑھ لیا تھا مگر دل تو بدستور غیر اسلامی تھا اس لئے انہوں نے اس ”نکتہ“ معرفتہ“ کو شد و مد کے ساتھ پیش کیا تاکہ کوئی شخص ان پر عدم پابندی ہی شرع کا انعام عائد نہ کر سکے۔ علاوہ برین ان جعلی صوفیوں کے حاشیہ نشینوں نے عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کیا کہ نماز پنجگانہ تو عوام کے لئے ہے یہ حضرات تو بہر وقت نماز میں مشغول رہتے ہیں۔

اس تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں قلندری اور ملامتی درویشوں کی جماعتیں پیدا ہو گئیں ان دونوں جماعتوں کے افراد پابندی شریعت سے آنا دہنتے تھے بلکہ اس آزادی میں فخر محسوس کرتے تھے اور تحقیق شریعت کو اپنے لئے طغرائے اقبال بنا تے تھے۔

قلندروں کی جماعت نے سیاحت اور صحرا نوردی کو اپنا شعار بنا لیا، کیونکہ اس طرح بیرون نزع کے مواقع بھی باسانی میسر آسکتے تھے اور جدوجہد کے بغیر زندگی بسر ہو سکتی

تختی یعنی جس شہر میں پہنچے وہاں کے مسلمانوں پر اپنے تقدس (تڑک دنیا) کا سکہ جما کر اعلیٰ درجے کی ضیافت کا انتظام کر لیا۔ رفتہ رفتہ ان کے اخلاق بالکل تباہ ہو گئے بخوف طوالت تفصیل سے اجتناب کرتا ہوں۔

رہے ملا متی فرقے کے لوگ تو انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ ضعف پہنچایا کیونکہ دین کی بنیاد ہی منہدم کر دی انہوں نے ہر اس فعل کا ارتکاب کیا، جس کی شریعت نے ممانعت فرمائی ہے۔ قرآن نے ان کو یہ نکتہ بھیجیہ جسے ابلیسی نہانت کا شاہکار کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ سمجھایا کہ

۱۔ نصوص کا مقصود ہے نفس امارہ کو مغلوب کرنا۔

۲۔ اس کے مغلوب کرنے کا ایک طریقہ اس کی تبدیل بھی ہے۔

۳۔ اس لئے ایسے کام کرو جن کی وجہ سے لوگ تمہیں برا کہیں۔

۴۔ جب لوگ تمہیں برا سمجھیں گے، گالیاں دیں گے، دین اسلام سے خارج کر دیں گے تمہارا سوشل بائیکاٹ کریں گے، تو یقیناً نفس امارہ، نفس مطمئنہ میں تبدیل ہو جائے گا۔

چونکہ اتباع شریعت نفس پر گراں ہے اس لئے یہ ملا متی طریقہ "بہت جلد مقبول ہو گیا اور آج بھی ہندوستان کے مختلف شہروں میں آپ کو ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو ۱۔ علانیہ شریعت اور طریقت میں تفریق کرتے ہیں اور پیر، ہونے کے باوجود نہ نماز پڑھتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں نہ اتباع شریعت کرتے ہیں وجہ کیا ہے؟ صرف یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ اب ہم روحانیت کے اس مقام پر فائز ہیں جہاں یہ رسوم ظاہری بے کار ہو جاتی ہیں اور اپنے زعم باطل کی تائید میں یہ آیت پیش کر دیتے ہیں۔

وَعِبَادُكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ

یعنی اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کر جب تک تجھ میں یقین کی کیفیت پیدا نہ ہو اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے اندر یقین پیدا

ہو چکا ہے اس لئے اب ہمیں عبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ افضل الرسل خیر البشر  
سرا کا روعالم آخر وقت تک نماز پڑھتے رہے!

۲۔ جو درویشی کے پردے میں منہیات کا ارتکاب کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم  
اسی لئے تو شراب پیتے ہیں کہ لوگ ہمیں برا سمجھیں اور اس طرح ہمارا نفس مردہ  
ہو جائے جو مقصود اسلام ہے۔

یہ بے شرع اور خلاف شرع صوفی جو دراصل ملاحظہ اور نفاذ کی جماعت کے  
دو افراد ہیں پانچویں صدی سے دیناٹے اسلام میں اپنی فتنہ پر داندی اور شرارت انگیزی  
میں مصروف ہیں۔ میں صرف ایک شخص کا ذکر کروں گا جس کا نام مادہ بولال حسین ہے۔  
یہ شخص اکبر کے عہد میں لاہور میں رہتا تھا ایک طرف اپنے اشعار میں خالص توحید اور  
عشق الہی کا درس دیتا تھا۔ دوسری طرف ایک کھتری پتھر مادہ بولال کے عشق میں گرفتار  
تھا اور بلا تامل خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتا تھا۔

لامعنی فرقے کے درویش لاہور کے علاوہ دلی میں بھی تھے۔ اسی لئے حضرت  
شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ

”جو صوفی شریعت اور طریقت میں فرق کرے وہ صوفی نہیں ہے بلکہ  
فرقہ باطنیہ سے تعلق رکھتا ہے“

میرا خیال ہے کہ میں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کافی سے زیادہ شواہد  
پیش کر دیئے ہیں کہ بلاشبہ

۱۔ مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوف بھی پیدا ہوا جسے ہم ایرانی یا عجمی تصوف بھی  
کہہ سکتے ہیں اور اس تصوف کو اسلام سے کوئی علاقہ نہیں ہے کیونکہ اس  
کی بنیادی تعلیمات اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہیں جیسا کہ مہدی توحیدی  
پور نے نجات الانس کے عنوان میں لکھا ہے۔

”زیر اصولی طریقت تصوف در بسیار سے موارد با قوانین دین مبین اسلام  
معارض است“

اور اس میں کیا شک ہے کہ ایرانی تصوف، اکثر موارد میں دین میں اسلام کے قوانین کی ضد ہے۔ اسلام خدا پرستی سکھاتا ہے اور یہ غیر اسلامی یا ایرانی تصوف انسان پرستی کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔

۲۔ اس غیر اسلامی تصوف کا بیج فرماط نے بویا انہوں نے اپنے مقاصدِ مشنومہ اور عقائدِ مذمومہ کی تبلیغ کے لئے تصوف کو آلہ کار بنایا اور صوفیوں کے لباس میں بے شمار مسلمانوں کو گمراہ کر دیا۔

بطورِ تائیدِ مزید، مقدمہ مترج گلسن راز نوشتہ آفاستے کیوان سمعی (شیعہ اثنا عشری) سے چند اقتباسات کا اردو ترجمہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

"صوفیوں میں حلوں و اختار کے غیر اسلامی عقائد کی اشاعت کا ظاہری سبب یہ ہے کہ مسلمانوں میں فرقیِ ضالہ کے پیروؤں نے اپنے مقاصدِ پلید کی اشاعت کے لئے، اپنے آپ کو صوفیوں کے لباس میں ظاہر کیا، ان لوگوں کی صورتِ نو صوفیانہ تھی مگر سیرتِ صوفیانہ نہیں تھی، ان لوگوں نے اپنے غلط عقائدِ صوفیوں میں شائع کر دیئے اور چونکہ عامۃ الناس ان میں اور سچے صوفیوں میں فرق نہ کر سکے (اور کر بھی کیسے تھے) اس لئے فرقِ مذکورہ کے معتقدات کو صوفیوں کے معتقدات سے مخلوط اور منسوب کر دیا، چنانچہ شمس الدین محمد سنائی اپنی تصنیف "الضوالا مع تبیین دربارہ فضل اللہ استرآبادی (جو باطنی بھی تھا اور مذہبِ اتحاد کا بھی معتقد تھا) اور فرقہ حروفیہ کا بانی بھی تھا، لکھتا ہے، "دے لباسِ درویشان در آمد خود را انان طائفہ معرفتی کرد۔" وہ درویشوں کے لباس میں ظاہر ہوا اور اپنے آپ کو اسی گروہ سے وابستہ کر کے ایک صوفی کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس کے باوجود تعطلِ احکامِ شریعہ و اباحتِ محرمات و ترکِ مفسرقات کا حکم دیا۔" الضوالا مع فی اعیان القرن اتاسع جلد ۶ ص ۱۴۱ " پروفیسر ای جے ڈیلوگ اپنی تاریخِ مشرکانِ عثمانی ص ۳۳ پر لکھتا ہے۔ "تاریخ اسلام میں بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ دعوتِ مذہبِ بدیع و ضلال

نے اشتہاء کاری اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے عوام کے حسنِ ظن کو تہنظر رکھ کر، باطل عقائد رکھنے والے صوفیہ سے استفادہ کیا ہے اور اپنے آپ کو انہی سے وابستہ ظاہر کیا ہے۔

پچنانچہ نظام الملک طوسی کا قاتل جو دراصل فرقہ اسماعیلیہ سے تعلق رکھتا تھا، صوفیہ کے لباس میں ظاہر ہوا تھا (اس نے صوفی بن کر طوسی کا قریب حاصل کیا اور موقع پا کر اسے قتل کر دیا) اسی طرح باطنیہ فرقے کے دو آدمی، صوفی بن کر شاہ عباس صفوی کے پاس آئے تھے اور اسے مذہب امامیہ سے منحرف کرنے کی کوشش کی تھی۔

فرقہ اسماعیلیہ میں وہ طائفہ جو حشاشین کے نام سے بدنام ہے اس کے افراد بھی ہمیشہ صوفیوں ہی کے لباس میں ظاہر ہوتے تھے اور جب وہ صوفیہ کے عقائد میں مبتلا ہوتے تھے تو اپنے عقائد بھی شامل کر دیتے تھے اور اس طرح عقیدہ شخصی، عقیدہ صوفیہ بن جانا تھا۔ پچنانچہ متاخرین ان کے ایسے اقوال کی تاویل کرتے تھے، مثلاً شیخ عزیز نسفی اس بات کا قائل ہے کہ مرد عارف کی روح اس کی وفات کے بعد کالمیں کے بدن میں داخل ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ عقیدہ بالکل عقیدہ تناسخ کا ہم معنی ہے مگر ایک صوفی سے منسوب ہے اس لئے ملا ہادی سبزواری نے اپنی تصنیف اسرار الحکم جلد اول صفحہ ۲۲۲ میں شیخ مذکور کے اس قول کی تاویل کی ہے اور اس کے غیر اسلامی عقیدے کا نام تناسخ مجازی رکھ کر شیخ مذکور کی برأت کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ عقیدہ صریحاً تناسخ ارواح کا عقیدہ ہے جو کفر ہے۔

(مانخوذ و مقبوس از مقدمہ گلشن راز نوشتہ کیوان سمعی شعبی مطبوعہ چاپ خانہ حیدری از انتشارات کتابخانہ محمودی طهران ۱۳۳۷ شمسی ص ۳۵ و ۳۹)

یہ ایک شیعہ عالم کی عبارت ہے جس پر کسی تبصرے یا حاشیے کی ضرورت نہیں ہے اور میرے مدعا کو بخوبی ثابت کرتی ہے۔

اس کے بعد میں علامہ ابن خلدون کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ وہ اپنی تاریخ کے مشہور آفاق مقدمے میں یوں رقمطراز ہیں۔



”صوفیائے متقدمین کے روابط ان غلامۃ اسمعیلی شیعوں سے استوار ہو گئے جو حلول اور الوہیتِ ائمہ کے فائل تھے۔ ابتدائی دور کے اسمعیلیہ ان عقائد سے آگاہ نہ تھے۔ بہر حال اسمعیلیہ اور صوفیہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے عقائد سے متاثر ہوئے اور ان کے نظریات و عقائد آپس میں مدغم ہو گئے۔ چنانچہ صوفیہ کے یہاں بھی ”قطب“ کا نظریہ پیدا ہو گیا جس کا مطلب ہے سیدنا اعرافین یا تمام عرفاء کا سزواج۔ صوفیہ نے یہ فرض کر لیا (بلا دلیل) کہ کوئی مصوفی معرفت کے لحاظ سے قطب کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک خدا اُس قطب کو وفات نہ دے۔ ہاں اس کی وفات کے بعد خدا اس کا مقام، اس کے جانشین کو عطا کر دیتا ہے۔ ایہ عقیدہ اسمعیلیہ کے عقیدہ امامت سے مشابہ ہے کہ جب ایک امام مرتا ہے تو اس کی روح اس کے جانشین میں منتقل ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے الوہیت اور معصومیت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے امام کی زندگی میں دوسرا شخص امامت کے مرتبے پر فائز نہیں ہو سکتا۔“

چنانچہ مشہور فلسفی ابن سینا نے (جو باطنی تھا) اپنی تصنیف ”کتاب الاشارات“ میں اس نظریے کی طرف اشارہ کیا ہے وہ لکھتا ہے۔

”یہ صداقتِ عظمیٰ (حقانیتِ کبریٰ) اس قدر رفیع ا نشان ہے کہ ہر طالب کو حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ شخص اس مرتبے پر فائز ہو سکتا ہے“

www.KitaboSunnat.com

(تفصیل کے لئے دیکھو ”کتاب الاشارات والتبہات“ النقطہ اتاسع)

واضح ہو کہ اقطاب کے تسلسل کا نظریہ نہ شریعت سے ثابت ہو سکتا ہے نہ دلائل عقلیہ سے۔ یہ محض ایک استعارہ ہے اور غلامۃ شیعہ کے نظریہ امامت سے مطابقت رکھتا ہے۔ جس کی رو سے ایک امام کی وفات کے بعد اس کا فرزند امامت کو بھی تڑکے یا ورثے میں حاصل کر لیتا ہے (جس طرح جائیداد منتقل ہوتی ہے امامت بھی منتقل ہو جاتی ہے) بلاشبہ صوفیوں نے یہ تصور غلامۃ شیعہ سے حاصل کیا ہے۔

علاوہ انہیں جس طرح باطنیہ امام کے بعد نقباء کا وجود تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح صوفیہ قطب کے بعد اولیاء کا وجود تسلیم کرتے ہیں جن کا مرتبہ قطب کے بعد ہے چنانچہ شیعہ کے سائنس دان کے عقائد کی مماثلت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جب انہوں نے خرقہ پوشی کے لئے مشائخ کا سلسلہ مرتب کیا تو اسے حضرت علیؓ تک پہنچا دیا یعنی یہ بات انہوں نے شیعوں کے زیر اثر آ کر کی، کیونکہ جو صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ قرب رکھتے تھے، ان میں حضرت علیؓ کو کسی مخصوص عمل کی بنا پر یا لباس کی بنا پر کوئی درجہ اختصاص حاصل نہیں تھا۔

بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ تمام صحابہؓ میں سب سے زیادہ متقی اور زاہد تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی کسی خاص مذہبی عمل کی وجہ سے دوسروں سے متمیز نہیں تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر صحابہؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل تھا وہ سب کے سب مذہب، پرہیزگاری، زہد و ورع اور عبادت زندگی کا اعلیٰ نمونہ تھے، اس بات کا ثبوت ان کی زندگی اور تاریخ دونوں سے مل سکتا ہے۔ بلاشبہ اس قسم کے قصوں سے شیعہ مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو بعض مخصوص صفات کی وجہ سے دیگر صحابہؓ کے مقابلے میں امتیازی شان حاصل ہے۔

مقیس از مقدمہ ابن خلدون باب ششم فصل شانزہم انگریزی ترجمہ جلد سوم

ص ۹۲ تا ۹۳ مطبوعہ نیویارک ۱۹۵۶ء

اپنے دعوے کی مزید تائید کے لئے میں تصوف کی کتابوں سے وہ غیر مستند اور غیر معتبر اور باطل روایات ذیل میں درج کرتا ہوں جو دشمنان اسلام نے ان کتابوں میں اپنی طرف سے وضع کر کے داخل کر دی ہیں اور ان تحریفات کی مثالیں بھی درج کروں گا جو انہوں نے کتب تصوف میں کی ہیں۔ اس کے بعد ان غیر اسلامی عقائد کی نشاندہی کروں گا جو دین سے ناواقف مسلمان صوفیوں میں مقبول ہو گئے ہیں:-

# اکابر اہل سنت کی تصانیف میں تیس و تیس

## پروفیسر سعید نفیسی کی رائے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دعوے کو ثابت کرنے سے پہلے مشہور ایرانی محقق اور فاضل پروفیسر سعید نفیسی کی تصنیف ”حقیقہ در احوال و آثار فرید الدین عطار نیشاپوری سے چند اقتباسات ہدیہ ناظرین کروں۔ موصوف لکھتے ہیں :-

”جب اسلام میں مختلف فرقے پیدا ہوئے تو آغا جی سے انہیں ایمان میں اپنے پیرو کثیر تعداد میں مل گئے۔ دراصل اسلامی فرقوں کی تاسیس کا سہرا ایرانیوں کے سر ہے۔ اس کی ذیل بالکل واضح اور روشن ہے۔ ایرانی باشندے عربوں کے تسلط سے پہلے بارہ سو سال تک دنیا میں بڑے جاہ و جلال کے ساتھ زندگی بسر کرتے چلے آ رہے تھے۔ اس لئے انہیں اپنے اوپر خلفائے دمشق یا خلفائے بغداد کی حکمرانی کسی طرح پسند یا گوارا نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ایرانی ایک اصول اپنی طرف سے وضع کرتا تھا اور ایک گروہ اس کا ہمنوا بن جاتا تھا اور یہ سلسلہ نویں صدی تک جاری رہا۔

پانچویں صدی تک بیشتر اہل ایران حنفی تھے یا شافعی تھے۔ طبرستان میں زیدیہ فرقہ اکثریت میں تھا۔ بہر دار کے علاقے میں شیعہ جعفریہ کا غلبہ تھا۔ قزوین میں اسماعیلیہ کا زور تھا۔ بلکہ میر فرقہ جنوبی خراسان میں معروف تھا۔ صوفیہ اپنے آپ کو ان فرقوں سے مافوق سمجھتے تھے اور کسی کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ مشہور صوفی عبداللہ انصاری جنلی تھے۔ ان کے علاوہ چھٹی صدی تک تمام صوفیہ حنفی تھے۔“  
مولف ”تجلیات المومنین“ نے جو شیعہ تراشی میں مشہور ہے، عطار کو شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور دلیل میں وہ اشعار پیش کئے ہیں جو انہوں

نے علی ابن طالب کی منقبت میں لکھے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے ”ہر چہ یارب“ کی مدح کی ہے۔ اور دونوں گروہوں کے تعصب کا رد کیا ہے۔ طہران میں عطار کی بعض شنیویوں میں سے پہلے تین خلفاء کے مناقب کو اسی لئے حذف کر دیا گیا ہے۔ ایرانی شیعہ دورہ صفویہ سے پہلے، تینوں خلفاء کی شان میں بدزبانی نہیں کرتے تھے۔

عطار نے ہر شنیوی میں چار یارب کی مدح کی ہے۔ اگرچہ موجودہ نسخوں میں مدح خلفاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ مگر قلمی نسخوں میں مدح موجود ہے۔ مثلاً امرا زمانہ میں مرقوم ہر سپہ صدق را خورشید انور امیر المومنین صدیق اکبر  
شریعت را نخستین قرۃ العین رفیق مصطفیٰ وثانی ثنائین

قلمی نسخے میں ایک شعریوں ہے۔

سوار دین سپہ علم پیمبر شجاع شرع و صاحب حوض کوثر  
لیکن طہران کے مطبوعہ نسخے میں اسے اس طرح تبدیل کیا گیا ہے۔

خصوص آں دارش دین پیمبر پوراغ شرع و صاحب حوض کوثر  
مصیبت نامہ عطار کے قلمی نسخے میں یہ اشعار موجود ہیں۔

تانبی صدیق را محرم گرفت صبح صادق جملہ عالم گرفت  
مردہ ای کہ جی رو در دوشے خاک ہست از قول نبی صدیق پاک  
مدح صدیقی میں ۲۷ اشعار ہیں، مدح فاروقی میں ۲۲ اشعار ہیں۔ مدح عثمانی

میں ۲۷ اشعار ہیں لیکن اسی مصیبت نامہ کا ہوا پیدائش ۳۵۰ سالہ میں طہران سے شائع ہوا ہے۔ اس میں ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔

حالانکہ اس میں شک نہیں ہے کہ عطار سلسلہ کبیرویہ سے متعلق تھے اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے معتقد تھے (اہل سنت میں سے تھے نہ کہ شیعہ)

عطار سے ۶۱ کتابیں منسوب ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف دس کتابیں ان کی مصنفہ ہیں۔

خسر و نامہ، مختار نامہ، امرا زمانہ، مصیبت نامہ، دیوان، ہوا ہر نامہ، شرح

الغلب، الہی نامہ، پند نامہ اور منطق الطیر۔

جو کتابیں ان سے منسوب ہیں ان میں سے ایک کتاب کا نام جو اہر الذات ہے یہ کتاب ۳۵۵ھ میں طہران سے شائع ہوئی تھی لیکن اس کتاب کے مصنف نے اکثر مقامات پر "انہار تشیع" کیا ہے اس لئے کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ یہ کتاب عطار کی تصنیف ہو۔ اسی طرح علاج نامہ بھی عطار کی تصنیف نہیں ہے تیسری کتاب جو عطار سے منسوب ہے اس کا نام سی فصل ہے۔ "گویندہ" اس کتاب ہم شیعہ بودہ "اس کتاب کے اس شعر سے ثابت ہے کہ اس کا مصنف وہی ہے جس نے جو اہر الذات لکھی ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

بجوہر ذات گفتم امیں معانی      تومی باید کہ ایس معنی بدانی  
لسان الغیب بھی ان کی تصنیف نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ اشعار مندرج ہیں :-  
شیعہ پاک است عطار لے پسر      جنس ایس شیعہ بجان خود بخز  
ماز فاروق اتجا بر کندہ ایم      پے ز نورین شتا بسریدہ ایم  
پروفیسر نفیسی نے آخر میں یہ فیصلہ صادر کیا ہے۔

در ہر صورت بیچ تردید سے نیست کہ مرد سے بودہ است جعال، در قرن  
نہم، کہ خود را فرید الدین عطار می خواند در مشہمی زیست و چندی کتب  
سست دے مغز مانند اشترا نامہ، بلبل نامہ، جو اہر الذات، علاج نامہ، خیاط  
نامہ، گنزالامراء، لسان الغیب، مظهر العجایب، ساخنہ کہ بیچ و جزا فرید الدین  
عطار نیشاپوری، نیست، ۱۶۳

جو نسخہ جو اہر الذات کا میری نظر سے گذرا ہے اس میں سے صرف دو شعر ذیل  
میں درج کرنا ہوں جن سے پوری کتاب کا اندازہ ہو جائے گا اور یہ بات بھی واضح ہو جائیگی  
کہ یہ شعر حضرت شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری اپنے قلم سے ہرگز نہیں لکھ سکتے تھے :-

تہ یعنی حضرت فاروق اعظمؓ      ۲۷ یعنی حضرت عثمان ذوالنورینؓ

محمد سائنس ایں جا خدا تو      دگر نہ اوفتی اندر بلا تو  
علی با مصطفیٰ ہر دو خدا بند      کہ دم دم راز برامی کشا بند

ان شعروں کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا کہنے والا عبداللہ ابن سبا کا مخلص پر دغا اور طائفہ ضالہ باطنیہ یا قرامطہ سے تعلق رکھتا تھا

میں نے پروفیسر سعید نفیسی کی محققانہ تصنیف سے یہ اقتباسات اس لئے درج کئے ہیں کہ ناظرین پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ :-

۱- قرامطہ نے صفوی بن کر اپنے عقائد باطلہ کو اسلامی تصوف کے ساتھ اس طرح مختلط کر دیا کہ عوام کے لئے امتیاز بین الحق و الباطل ناممکن ہو گیا۔

۲- تصوف کے نام سے عامۃ المسلمین میں اپنے عقائد شائع کر دیئے اور شیخ طریقت بن کر ان عقائد کو دن رات اپنی مجلسوں میں بیان کر کے جاہل اور سادہ لوح اہل سنت کے دل و دماغ میں اس طرح پیوست کر دیا کہ وہ ان کی جذباتی اور اخلاقی اور روحانی زندگی کا جزو و لا ینفک بن کر رہ گئے چنانچہ وہ ہر مصیبت کے وقت اللہ کے بجائے کسی غیر اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ ان کی زبان پر بے ساختہ کسی اپنے ہی جیسے عاجز اور زانی انسان کا نام آجاتا ہے۔ حالانکہ تصوف نام ہی ہے نقش غیر کو لوح دل سے مٹا دینے کا۔

کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر      سوی اللہ واللہ مافی الوجود

کل مافی الوجود ہم او خیال      او علوس فی المرایا او ظلال

۳- اسلام کے ان دشمنوں نے تصوف کی مشہور کتابوں میں اپنے عقائد شامل کر دیئے اور جہاں موقع ملا اسلامی عقائد کو حذف کر دیا۔

۴- مشہور صوفیوں کے نام کا ناجائز استعمال کیا۔ یعنی کتابیں خود لکھیں مگر انہیں اہل سنت کے مستند مشائخ روحانی سے منسوب کر دیا۔

۵- تہذیب کی بدولت عوام اور خواص دونوں کو مدتوں تک مغالطے میں رکھا۔

کامیابی اور غیر معمولی کامیابی اس لئے ہوئی کہ مرید مسلوب الارا وہ ہوتا ہے۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ مرید اللہ تک پہنچنے کے لئے وہی طریق اختیار کرے جو اس

کاشیخ اسے بتائے جس طرح کسی دنیاوی فن مثلاً موسیقی، مصوری، خطاطی، سنگ نرashi وغیرہ میں کمال حاصل کرنے کے لئے شاگرد وہی طریق کار اختیار کرتا ہے جو اس کا استاد اسے بتاتا ہے لیکن تصوف کی دنیا میں رفتہ رفتہ ایک غلطی عام ہو گئی جس کی وجہ سے تصوف بھی بدنام ہو گیا اور صوفیوں میں شخصیت پرستی بھی راہ پا گئی وہ غلطی یہ تھی کہ بعض جاہل مریدوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس کی راہ میں مرید کو مسلوب الارادہ ہو جانے کے ساتھ ساتھ مسلوب العقل بھی ہو جانا چاہئے۔ اسی عقل و فہم سے بیگانہ ہو جانے کا یہ نتیجہ نکلا کہ تصوف کی کتابوں میں اور مشائخ کے ملفوظات میں جو خلاف شرع اور خلاف عقل باتیں دشمنان اسلام کی تہسین و تحریف و تہذیب سے داخل ہو گئی ہیں کوئی شخص نہ ان کی تغلیط و تکذیب کی جرات کرتا ہے نہ انہیں ان کتابوں سے خارج کرنے کا خیال دل میں لاسکتا ہے۔ یہ ہے وہ تقلید کور یا اندھی عقیدت جس نے تصوف کو بھی بدنام کیا اور مسلمانوں کی عقلی زندگی کو بھی مفلوج کر دیا۔

آہ محکومی و تقلید ذروال تحقیق

گذشتہ بیس سال میں تصوف کی جس قدر کتابیں نظر سے گذریں۔ اکثر و بیشتر کتابوں میں ایسی روایات موجود پائیں جو نہ نقلاً صحیح ہیں نہ عقلاً بلکہ ان کی لغویت اظہر من الشمس ہے چنانچہ آئندہ اوراق میں اس کی متعدد مثالیں درج کی جائیں گی اس موقع پر میں اس حقیقت کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا کہ دشمنان اسلام نے کتب تصوف کے علاوہ مسلمانوں کے مذہبی ادب کے ہر شعبے میں اپنے عقائد شامل کر دیئے ہیں اور اسلام کی تاریخ کو تو خاص طور سے تہسین و تحریف و تہذیب کا ہدف بنایا ہے۔ اس تہید کے بعد اب میں تصوف کی مختلف کتابوں سے اپنے

۱۲ سیرۃ الامم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مؤلفہ سید سلیمان ندوی مرحوم ص ۱۲۲

سے اس کی ایک مثال ذیل میں درج کرتا ہوں:-

”بعض شیعی مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کچھ سپاہیوں کے ساتھ ایک سپہ خمر پر (باقی اگلے صفحہ پر)

دعوئے کے ثبوت میں شواہد پیش کرتا ہوں :

(۱) **حدیقۃ الحقیقہ - مصنفہ حکیم سنائی غزنوی** | فارسی نظم میں تصوف پر قدیم ترین کتاب ہے جو میری نظر سے

گذری ہے اس کے دو نسخے میرے پیش نظر ہیں۔ ایک نسخہ مطبوعہ طہران ہے جس پر مدرس رضوی استاد دانش گاہ طہران نے مقدمہ بھی لکھا ہے۔ دوسرا نسخہ لکھنؤ کا چھپا ہوا ہے۔ ذیل میں مقدمہ مذکورہ سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

”سنائی پہلا شاعر ہے جس نے تصوف کے مضامین کو فارسی میں نظم کیا (اصح کج) چونکہ اس نے اپنے عقائد کی تفصیل میں دوستی آل علیؑ میں غلو کے علاوہ آل ابو سفیان کے ساتھ دشمنی کا اظہار بھی کیا تھا، اس لئے علامہ نے اس کی تکفیر کی اور اس کی کتاب کو کتاب گراہی قرار دیا اور اس حد تک مخالفت کی کہ پہلے شاہ سلطان غزنوی نے اسے قید کر دیا۔ (اصل زمانہ تصنیف چھٹی صدی ہجری) اسے اب تک اس کتاب میں تحریفات و تصرفات فراخاں ہو چکی ہے (اصوب مختلف قلمی نسخوں میں اشعار کی تعداد مختلف ہے بعض نسخوں میں پانچ ہزار آیات ہیں بعض میں چھ ہزار اور بعض میں دس ہزار ہیں) اصوب اس کتاب کے دو نسخے ایسے نہیں ملتے جن میں موافقت ہو اور یہ

(بقیہ ما فیہ ص ۵ سے آگے) سوار ہو کر امام حسنؑ کے جنازے کو روکنے کے لئے نکلیں۔ الخ یہ روایت تاریخ طبری کے ایک پرانے نسخے (نسخے) فارسی ترجمے میں جو ہندوستان میں چھپ بھی گیا ہے نظر سے گذری ہے لیکن جب اصل متن عربی مطبوعہ یورپ کی طرف رجوع کیا تو جلد بمقام ایک ایک لفظ پڑھنے کے بعد بھی یہ واقعہ ملا۔ طبری کے اس فارسی ترجمے میں درحقیقت بہت سے حذف و اضافے ہیں“

میں بھی اسلامی ادب کا پچاس سال سے نامدعویٰ تک مطالعہ کرنے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قرآن حکیم کو چھوڑ کر دشمنان اسلام نے ہر علم و فن کی کتابوں میں خصوصاً تاریخ، حدیث اور تصوف کی کتابوں میں حذف و اضافہ کا مقدس فریضہ انجام دیا ہے اور اس کا خاص مقصد صحابہ کرامؓ کی تنقیص و ذوہین و تحقیر ہے۔ اعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔



اختلاف کبھی اس حد تک نظر آتا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے (اصطلاحاً قلمی نسخہ  
موسومہ ہی نہیں مناقب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب دادلادہ الحسنؑ والحسینؑ  
کا اضافہ کیا گیا ہے (ص ۵۵) قلمی نسخہ موسومہ م "اور بعض دوسرے نسخوں میں فصل  
حرب جمل موجود نہیں ہے۔" ۲۵۵

مقدمہ نگار مذکور نے حواشی میں صد ہا اختلافات کی نشاندہی کی ہے جنہیں بخوف  
طوالت نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ایضاً مقصد کے لئے یہی دو حوالے کافی ہیں ان سے ثابت  
ہوتا ہے کہ کسی سبائی نے مناقب علیؑ اولادہ اور حرب جمل کا اپنی طرف سے اضافہ کر کے  
سنائی کی شخصیت اور اس کی کتاب دونوں کو محل تنگ باعث تفسیح اور موجب لومہ و اثم  
بنوایا۔ یعنی ایک تیسرے تین شکار کئے۔ اس تدریس و تحریف و حذف و اضافہ کا نتیجہ یہ نکلا  
کہ پوری کتاب پائیہ اعتبار سے ساقط ہو گئی۔ اب ہمارے پاس کوئی آئدہ یا مٹلیاس یا معیار  
ایسا نہیں ہے جس کی بنا پر ہم قطعیت کے ساتھ کوئی حکم لگا سکیں اس کی تفصیل ذیل  
میں درج کی جاتی ہے۔

جو نسخہ نو لکھنؤ پریس لکھنؤ سے ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا تھا، اس کے ساتھ خواجہ  
عبداللطیف العباسیؒ کے حواشی بھی ہیں۔ خواجہ صاحب مرحوم اپنے ویباچے میں لکھتے ہیں:-  
"چونکہ ہندوستان میں دو نسخہ باہم موافق یافت نمی شد" اس لئے نواب محمد عزیز  
کو کلاتش الملقب بجان اعظم نے ۱۰۰۰ء میں ایک شخص کو غزنی بھیجا کہ وہاں سے  
صحیح نقل حاصل کرے۔ میں نے یہ نسخہ امیر عبدالرزاق کے پاس اپنے وطن آگرہ میں  
دیکھا۔ ۱۰۳۷ھ میں اس پر حواشی لکھے۔ (مخلص از دیباچہ)

خواجہ صاحب مرحوم قبل ازیں ثنوی مولانا روم کے مشکل اشعار کی شرح کر کے علمی  
دنیا میں شہرت حاصل کر چکے تھے۔ اس شرح کا نام لطائف معنوی ہے اور اس کی  
قد و قیمت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ مشہور معاند اسلام پروفیسر آر، اے  
لکسن نے اپنے ترجمہ اور حواشی میں اس شرح سے استفادہ کئی کیا ہے۔ حوالہ پر جو حواشی  
خواجہ صاحب مرحوم نے لکھے ہیں وہ میری رائے میں حرف آخر کا حکم رکھتے ہیں۔ یہی

وجہ ہے کہ ان کے بعد کسی کو اس کتاب پر حواشی لکھنے کی بہت نہ ہو سکی۔

آدم برسر مطلب: سنائی نے اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور عثمان غنیؓ کے مناقب لکھے ہیں ان سے یہ ثابت ہوا کہ وہ اہل سنت میں سے تھا۔ لیکن جب وہ حضرت علیؓ، حسنؓ اور حسینؓ کے مناقب لکھتا ہے تو پیروان ابن سبا کا لب و لہجہ اور انداز بیان اختیار کر لیتا ہے۔ نیز ان تمام روایات کو باب و کتاب بیان کرتا ہے جو قطعاً وضعی ہیں اور تمام محدثین نے انہیں رد کر دیا ہے۔ میں بخوف طوالت وہ تمام اشعار تو نقل نہیں کر سکتا۔ مگر صفحات کا حوالہ ذیل میں درج کئے دیتا ہوں۔

ص ۲۶۱، ص ۲۶۳، ص ۲۶۸، ص ۲۶۹ تا ۲۷۰ مطبوعہ نو کشور پریس لکھنؤ ۱۹۵۷ء

لیکن بطور نمونہ چند اشعار پیش کرتا ہوں۔

عنوان حربِ جمل کے تحت، نو کشور می اور ایرانی دونوں نسخوں میں یہ اشعار

مندرج ہیں:

خونِ ناحق بسے بخیرہ بر بخت	در جمل چوں معاویہ بگر بخت
گشتہ از فعل زشت خود ناثاد	شد ہنریت بجانب بغداد
سرفراز مہاجر و انصار	سراجار حیدر کتار
یافت بر لشکر معاویہ دست	چوں مضاف معاویہ بشکست
برگ و ساز معاویہ فے کرد	جمل آں ستیزہ را پے کرد
وز خجالت نقاب رخ نکشاد	بموج زن بنجاک تیرہ فتاد

اے میں نے یہ چند سطور تصدأ لکھی ہیں تاکہ خواجہ صاحب مرحوم کا نام نامی تاریخ تصوف کے ادراک میں محفوظ ہو جائے ورنہ ظاہر ہے کہ جس طرح میرے زمانہ طفولیت میں عربی ختم ہو رہی تھی۔ اسی طرح ستر سال کے بعد فارسی بھی آخری پچکیاں لے رہی ہے وہ زمانہ بہت قریب ہے جب اس ملک کے دانشور فارسی ادب سے بھی اسی طرح بے گانہ ہو جائیں گے جس طرح عربی ادب سے نا آشنا ہو چکے ہیں۔

گفت بد کردہ ام امانم وہ      درترحم کنوں زمانم وہ  
 خواندہ حیدرہ برادرش بازود      جملہ احوال با ورا بنمود !  
 رفت وقتے محمد بو بکرہ      آں ہمہ صدق و فارغ از ہمہ مکر  
 پس بر آہینت یغ تا بزند      گفت حیدر مکن ، کس این نکند  
 عفو کن تا بسوئے خسانہ رود      بعد ازیں کار ہائے بد نکند  
 بسوئے مکہ زود بفسد تا د      در تواضع محل او نہ نہاد  
 با ہزاراں نجالت و تشویر      رفت ز می مکہ جفت گرم ذر حیر  
 عاقبت ہم بدست آں باغی      شد شہید و بکشتش آں طائی  
 آنکہ با جفت مصطفیٰ زیناں      بد کند ، مرورا برد مخواں  
 چوں ازیں گشت فارغ آں بد مرد      قصہ جان امیر حیدر کہد  
 پسر ہند اگر بدو بد کرد      آں بدی داں کہ جملہ با خود کرد

میں نے یہ اشعار یکجہ پر پتھر کی سل رکھ کر نقل کئے ہیں۔ انتہائی محبوبہ می میں کیونکہ  
 اگر میں ان ناپاک اشعار کو نقل نہ کرتا تو اپنا دعویٰ ثابت نہیں کر سکتا تھا کہ پیروان عبداللہ  
 ابن سنانہ جن کی اسلام دشمنی کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ۳۱ھ  
 میں خانہ کعبہ سے حجر اسود اٹھیر کر اپنے پیشوا کے مکان کی دیلیز میں دفن کر دیا تھا تاکہ  
 ہر آنے اور جانے والا اُسے پا مال کرتا رہے۔ تصوف کی کتابوں میں حدیث و اضافہ کا  
 مقدس فریضہ انجام دے کر لاکھوں مسلمانوں کی گمراہی کا سامان جہیا کر دیا ہے اور ان کی  
 داخل کردہ روایات مرد در ایام سے مسلمان صوفیوں کے دماغوں میں اس طرح پیوست  
 ہو چکی ہیں کہ ان کا جدا کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ نوبت یہاں تک  
 پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان مسلمانوں کی مجلس میں ان جھوٹی روایات کو جھوٹا کہہ  
 دے تو تمام سنی مسلمان ، اس کو سنگسار کر دیں گے۔

اب ناظرین ان اشعار آبدارہ کو پڑھ کر خود فیصلہ کر لیں کہ کیا کوئی صحیح العقیدہ سنی  
 مسلمان اس قسم کے ناپاک اشعار لکھ سکتا ہے ؟ لاریب ان اشعار کا کہنے والا دشمن اسلام

ی نہیں ہے بلکہ جاہل بھی ہے اگر یہ اشعار سنائی ہی کے ہیں تو اس کی اسلام دشمنی  
درجہ امت دونوں باتیں اظہر من الشمس ہیں اور اگر اس کے نہیں ہیں تو میرا دعویٰ  
بت ہو گیا کہ یہ اشعار کسی دشمن دین سبائی نے اپنی طرف سے کتاب میں داخل کر  
یئے ہیں بخدا ہی بہتر جانتا ہے کہ سنائی کی جلالت شان کی بدولت آٹھ سو سال میں  
نئی لاکھ مسلمانوں کا ایمان تباہ ہوا ہوگا اگر سنائی کو جاثت اور سبائت سے بری کرنے  
کے لئے ان اشعار کو الحاقی تسلیم کر لیا جائے تو بھی دشمنان اسلام تو اپنے مقصد میں  
امیاب ہو گئے اور چونکہ ان اشعار کو متن کتاب سے حذف کر دینے کا کوئی امکان  
میں ہے۔ اس لئے آب زم زم میں یہ ناپاک قطرات بدستور شامل رہیں گے۔

خواجہ عبد اللطیف عباسی شارح حدیث نے ان اشعار پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

"پس بحکم عقل و نقل کہ کتب معتبرہ سیر مثل ردضتہ الاحباب وغیرہا باں ناطق

است ثابت و محقق شد کہ اس داستان مانع تعلق بہادریں کتاب الحاقی است۔

واز حکیم نیست واللہ اعلم بالصواب" حاشیہ بر صفحہ ۲۵

یہ حقیقت کہ ان اشعار کا مصنف تاریخ ہے نا آشنا ہے یعنی جاہل ہے ان اشعار  
سے عیاں ہے۔

(۱) طر درجمل چوں معاویہ بگریخت تاریخ اسلام کا ہر واقف جانتا ہے کہ جنگ جمل  
میں حضرت معاویہؓ قطعاً شریک نہیں ہوئے تھے۔

(۲) طر پس بر آئینت تیغ تا بزند کسی تاریخ میں یہ بات مذکور نہیں ہے کہ محمد ابن  
ابی بکر نے اپنی خواہر محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا  
(۳) طر شد شہید و کشتش آن طاغی کسی تاریخ میں یہ بات مرقوم نہیں ہے کہ حضرت  
امیر معاویہؓ نے ام المومنین کو شہید کیا تھا۔

ان صریح کذب بیانیوں کے علاوہ ان اشعار میں ام المومنینؓ اور حضرت معاویہؓ کی  
شان اقدس میں جو اثر خانی اور ہرزہ سرائی کی گئی ہے اس سے صاف طور پر  
ثابت ہے کہ اس کا مرتکب اللہ رسول اللہ اور دین اسلام سے کوئی سروکار نہیں رکھتا

سیدۃ النساء حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ لفظوائے کلام اللہ، سب مسلمانوں کی ماں ہیں۔  
 اپنی ماں کی توہین کرنے والے اسلام تو دور کنارا انسانیت ہی سے خارج ہو جاتا ہے۔  
 آخر میں فیصلہ قاریں پر چھوڑتا ہوں ان کا جی چاہے سنی گو دائرہ انسانیت سے  
 خارج کر دیں، یا پھر ان مفہومات کو کسی دشمن اسلام کی خباثت قلبی کا مظاہرہ یقین کب کے  
 الحاقی قرار دیں، میں بذات خود ان اشعار کو الحاقی یقین کرتا ہوں۔

### فوائد الفوائد ملفوظات خواجہ نرطام الدین اولیاء

(۲) منہاج سراج نے اپنی مشہور تاریخ موسومہ طبقات ناصری میں ص ۹۸ پر  
 سلطانہ رضیہ بنت ایتیمش کے عہد حکومت کے واقعات میں لکھا ہے۔  
 ”کہ ۳۳ھ میں نور ترک قرمطی نے ملتان سے نقل مکانی کر کے دہلی میں ایک خانقاہ  
 قائم کی۔ اپنے آپ کو صوفی ظاہر کے بہت سے مسلمانوں کو اپنا معتقد بنا لیا۔ رفتہ رفتہ  
 گجرات اور سندھ کے بہت سے قرمطی اس خانقاہ میں جمع ہو گئے۔ نور ترک نے  
 اپنی خانقاہ میں وعظ و تلقین و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ وہ اپنی تقریروں میں  
 سنی علماء کو ناصبی کہتا تھا اور عوام کو ابوحنیفہ کے مذہب سے متفرک کرتا تھا۔“  
 جب عوام پر اس کا مذہبی اقتدار قائم ہو گیا تو ۳۳ھ رجب کو جمعے کے دن ان  
 قرامطہ نے جامع مسجد میں داخل ہو کر ہتھے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ مگر انجام کار  
 شاہی فوج نے ان کو مغلوب کر کے تہ تیغ کر دیا۔

قاضی منہاج کی یہ شہادت ہم عصرانہ ہے۔ اس لئے یقینی طور پر صحیح ہے۔ اس سے  
 ثابت ہے کہ نور ترک ایک قرمطی داعی تھا لیکن شیخ عبدالحی محمدت دہلوی نے اپنی  
 تصنیف اخبار الاخبار میں جو اس واقعے کے چار سو برس بعد لکھی گئی، یہ لکھا ہے۔  
 ”اگرچہ قاضی منہاج نے طبقات ناصری میں اس شخص کا ذکر اس انداز سے کیا ہے  
 کہ اس سے تشیع مذہب لازم آتی ہے مگر فوائد الفوائد میں یہ مذکور ہے کہ شیخ نظام الدین  
 اویاء قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اگرچہ بعض علماء نے اس کی مذمت کی ہے مگر  
 وہ ”از آب آسماں پاکیزہ تر بود۔“

فوائد الفوائد کے اس ایک جگہ نور ترک قرمطی زمانہ مابعد کے صوفیوں کی نظر میں

آسمان کے پانی سے بھی پاکیزہ تر بن گیا کیونکہ کسی صوفی میں یہ اخلاقی جبرأت نہیں ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ یہ فقرہ الحاقی ہے اور کسی قرمطی نے اپنی طرف سے ملفوظات شیخ میں اضافہ کر کے، اسے سلطان المشائخ نے منسوب کر دیا ہے حالانکہ حقیقت یہی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک معتبر معاصرہ شہادت بہر حال لائق تسلیم ہے۔

ملفوظات بہر حال ملفوظات ہی ہیں انہیں استناد کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ تاہم منہاج صاف لکھتے ہیں کہ وہ قرمطی تھا اور اس کی خاتقاہ میں بہت سے قرمطی سکونت پذیر تھے اس لئے ثابت ہوا کہ وہ آب آسمان سے پاکیزہ تر نہیں ہے لہذا یہ جملہ سلطان المشائخ کا نہیں ہے کسی نے ان سے منسوب کر دیا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ ملفوظات کے مجموعے انراول تا آخر لائق اعتماد ہیں۔ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ میں اس جگہ صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ مزید مثالیں اپنے موقعہ پر درج کی جائیں گی۔

سلطان المشائخ نے اپنے مرشد شیخ فرید الدین گنج شکر اچودھنی کے ملفوظات کو راجہ القلوب کے نام سے مرتب کیا تھا۔ میرے پیش نظر اس کا جو نسخہ ہے وہ ۳۰۹ صفحہ میں طبع ہوا تھا اس کے صفحہ ۸۵ پر یہ ملفوظ "درج ہے جس کا اردو ترجمہ میں بقائمی ہوش و حواس ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

"ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باجمع صحابہ کبار بیٹھے ہوئے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، یزید پلیدی کو اپنے کاندھے پر بٹھائے سامنے سے گذرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور کہا سبحان اللہ، ایک دوزخی ایک بہشتی اجنبی کے کاندھے پر سوار ہو کر جا رہا ہے۔ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات سُن کر کہا: یا رسول اللہ،

یہ تو معاویہ کا بیٹا ہے، دوزخی از کجاست؟ آنحضرت نے فرمایا یا علی یہ یزید بہشتی ہے۔ جو سن اور سین اور میری تمام آئی کو شہید کرے گا۔ یہ سن کر علی کھڑے ہو گئے۔

تو ان پیام سے نکالی کہ ایشان را بکشید مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مانع ہوتے کہ اسے علی ایسا مت کر کہ اللہ کی تقدیر یہی فیصلہ کر چکی ہے۔ یہ سن کر علی رونے لگے

اور پوچھا یا رسول اللہ! آپ اس وقت ہمارے سر پر زندہ ہوں گے؟ فرمایا نہیں۔ پھر پوچھا یا رسول اللہ! میں سے کوئی زندہ ہوگا؟... (لفظ پڑھنا نہ جاسکا) پھر پوچھا میں زندہ ہوں گا؟ کہا نہیں۔ پھر پوچھا فاطمہؓ ہوں گی؟ کہا نہیں۔ پھر پوچھا یا رسول اللہ! میرے غریبوں کا نام کون کرے گا؟ جواب دیا میرے امتی اس کے بعد علیؓ اور رسول خدا صلعم دونوں روئے اور شہزادوں کو بیٹنے سے لگا کر آفا زبلند کہا کہ اے غریبو! ہم نہیں جانتے کہ اس رشت میں تمہارا کیا حال ہوگا۔ (انتہی بلفظ) عقیدہ و تبصرہ سے پہلے ناظرین اس بات پر غور کریں کہ اس روایت کا ناقل کون ہے؟ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اویام۔ وہ کس سے نقل کر رہے ہیں؟ اپنے پیر و مرشد شیخ المشائخ حضرت فرید الدین گنج شکر سے۔ اب وہ کون سا چشتی ہوگا جسے ان خرافات کی صحت میں شک ہو سکتا ہے؟ لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ روایت اراقل تا آخر کذب و افتراء اور بہتان ہے کیونکہ۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بلا شک و شبہ ۱۱ سالہ میں ہو گئی تھی۔

ب۔ امیر یزید کی ولادت ۱۱ سالہ میں ہوئی تھی۔

لہذا ثابت ہوا کہ یہ افسانہ سراسر جھوٹا ہے۔ کسی سبانی نے یہ لغو اور من گھڑت داستان ملفوظات میں شامل کر دی ہے تاکہ مسلمان بالعموم اور چشتی افراد بالخصوص اس شخص کو دوزخی یقین کر لیں جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی تھی کہ پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر پر حملہ آور ہوگا مغفور ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ بشارت آپ نے وحی الہی کی بنا پر دی تھی، اس لئے اس کی صداقت میں کوئی شک نہیں ہے۔ اب سنیہ کہ جس لشکر نے سب سے پہلے قیصر کے شہر پر حملہ کیا تھا اس کی قیادت امیر یزید نے کی تھی اور حضرت حسینؓ کے علاوہ بہت سے صحابہؓ نے اسی لئے باشتیاق تمام اس جہاد میں شرکت کی تھی کہ حضور انور صلعم نے مجاہدین کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ دیگر صحابہؓ کے ساتھ حضرت حسینؓ نے بھی اسی شخص کی ابتدا میں نمازیں پڑھی تھیں جسے مسلمان کہلانے والے دوزخی سمجھتے

ہیں۔ کیا خدا کی شان ہے! جسے حضورؐ مغفور قرار دیں، آپ کے نام لیوا اسے ملعون کہتے نہیں تھکتے۔

خیر یہ تو ایک سخن گسترانہ بات تھی۔ میں نے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا کہ جو ملفوظات بزرگانِ دین سے منسوب ہیں وہ حکمتہً قابلِ اعتماد نہیں ہیں، ان میں سبائیوں نے جھوٹی روایات اپنی طرف سے داخل کر دی ہیں۔

### جامی پر دست درازی

(۳) سنائی عطارؒ، اور رومی کے بعد صوفیانہ ادب میں جامی کا نام معروف ترین ہے۔ جیسا کہ ہر طالب علم جانتا ہے۔ جامی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ ہیں، یہ سلسلہ افضل اصحاب، بلکہ افضل البشر بعد الانبیاء، وارث کمالات نبوت، امتمکن فروۃ ولایت، ثانی اسلام وغار و بدر و قبر خلیفہ رسولؐ بلا فصل، امیر المؤمنین قدوۃ الصدیقین سیدنا مولانا حضرت ابو بکر الملقب بصدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ جامی نے سب سے پہلے مولانا سعد الدین کاشغری نقشبندیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی وفات ۷۳۵ھ کے بعد خواجہ ناصر الدین الملقب بخواجه احرار ۷۹۵ھ سے رشتہٴ ارادت استوار کیا اور باقاعدہ سلوک طے کر کے وہ مقام حاصل کیا کہ ان کا شمار سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ میں ہوتا ہے۔ تمام تذکرہ نویسوں نے انہیں اہل سنت میں شمار کیا ہے، انہوں نے اپنی اکثر تصانیف میں خلفائے اربعہ کی مدح کی ہے مثلاً:

یکے ثانی اثنین در کج عنار	کہ چوں مارشد ناوک جاں نثار
دوم آنکہ از سکتہ عمل اوست	کزیں گو نہ دنیا و دین سرخ روست
سوم شرم گیتی کہ شد بے قصور	ز شمع نبوت نصیبش دو نور
چہارم کہ آں ابرور یا نشار	عظم او کرم برقی او ذوالفقار
وز میان ہمہ نبود حقیق	بخلافت کسے بہ از صدیق

شعری خزو نامہ اسکندری

۱۔ در دہائے بستہ را کشاید... دو بیت از سپرد می یاز جامی (اقبال)



وزپئے اونہوہ ازاں احسارہ  
بعد فاروقی جز بندی النورین  
کس چو فاروق لائق ایں کار  
کار ملت نیافت زینت وزین  
بود بعد اندہمہ بعلم و وفا  
اشد اللہ شاکم الخلفا  
لعن کزرافضی شود واقع  
شود آں لعن ہم بدو راجع

(سلسلۃ النہب)

آں چار سندن خانہ ثوریں  
ہر یک بخلافت سزاوار  
واں چار چہراخ بزم تمکین  
ہر چار یکے دہر یکے چہار  
ایشاں یہ یگانگی بہم راست  
بیگانگی از فضول ماخواست

(سیلی مجنوں)

لیکن ان تصریحات کے باوجود بعض لوگوں نے ان کو مائل بہ نشیئع قرار دیا ہے اور بعضوں نے ان کو اہل تقیہ میں شمار کیا ہے چنانچہ محمد حسین الحسینی خاتون آبادی لکھتا ہے:-

ان تمام دلائل کے باوجود جو ان کے ناصبی ہونے پر شاہد ہیں ہم ان کو اہل تقیہ میں شمار کر سکتے ہیں یعنی وہ دل میں شیعہ تھے مگر زبان اور قلم سے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے تھے۔

پھر اپنے مدعا کی تائید میں اس نے یہ حکایت نقل کی ہے جس کا راوی علی بن عبدالعالم ہے وہ کہتا ہے کہ:-

"میں سفر نجف میں جامی کے ساتھ تھا میں نے تقیہ کر کے اپنے عقائد کو ان سے پوشیدہ رکھا تھا جب ہم بغداد پہنچے تو ایک دن سب وجہ تفریح کے لئے گئے اتفاقاً ایک قلندر ہاں آٹکلا اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی شان میں ایک قصیدہ غزائے شاعرانہ شروع کیا جامی پر رقت طاری ہو گئی اور سر بسجود ہو گئے پھر سر اٹھایا قلندر کو پاس بلایا اور بہت انعام دیا اس کے بعد مجھ سے پوچھا تم نے مجھ سے گریہ اور سجدے کا سبب کیوں نہیں پوچھا؟ میں نے کہا اس کا سبب آشکار تھا

کیونکہ علی خلیفہ چہارم ہیں اور ان کی تعظیم واجب ہے۔

یہ سن کر جاتی نے کہا علی خلیفہ چہارم نہیں ہیں بلکہ پہلے خلیفہ ہیں۔ اب مناسب ہے کہ میں تھیئہ کا بارہ آثار دوں اور چونکہ ہمارے درمیان تودت پیدا ہو چکی ہے اس لئے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں شیعانِ فلعں امامیہ میں سے ہوں لیکن تھیئہ گمراہ واجب ہے۔ نیز بعضے ازا فاضل ثقات نے بیان کیا ہے کہ ہم نے جامی کے خدام سے یہ سنا ہے کہ ان کے تمام اہل بیت مذہبِ امامیہ رکھتے تھے لیکن مولانا تھیئہ میں بہت مبالغہ فرماتے تھے اور ہمیشہ اپنے اہلِ وعشیرت کو اس کی وصیت کرتے رہتے تھے۔

یہ فسانہ عجائب نقل کرنے کے بعد کلیاتِ جامی کا مقدمہ نگار لکھتا ہے کہ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے تامل نسبت بشیعہ امامیہ تو ثابت ہوتا ہے لیکن یہ تمام دلائل بہت سست پایہ ہیں کیونکہ جامی نے صاف لفظوں میں ابوطالب کو کافر قرار دیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ جامی شروع میں سنی تھے مگر آخر عمر میں شیعہ ہو گئے تھے۔ مقدمہ نگار (ہاشم رضی) لکھا ہے کہ یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ بخرو نامہ اسکندری "آخر عمر میں لکھی تھی مگر اس میں بھی انہوں نے خلفائے اربعہ کی مدح کی ہے" یہی مقدمہ نگار صفحہ ۱۹۵ پر پھر لکھتا ہے کہ چونکہ جامی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح میں قصائد لکھے ہیں اور بعض غزلوں میں بھی ان کی توصیف کی ہے اس لئے بعض لوگوں نے انہیں روش امامیہ اور تشیع سے منسوب کر دیا ہے۔

خلاصہ کلام اس کے جامی کے بارے میں حسب ذیل خیالات ظاہر کئے گئے ہیں۔

(۱) بعض انہیں سنی کہتے ہیں اور سنی بھی نقشبندی۔

(۲) بعض نے انہیں مائل بہ تشیع لکھا ہے۔

(۳) بعض کا خیال ہے کہ وہ ساری عمر تھیئہ فرماتے رہے۔

(۴) بعض کا فیصلہ یہ ہے کہ شروع میں سنی تھے لیکن قبل وفات شیعہ ہو گئے تھے

فتنہ پردازوں نے یہ اتہامات اس شخص پر گائے ہیں جس نے سلسلہ الذہب میں صاف طور پر لکھا ہے۔

بود بو طالب آن تہی ز طلب      مرنبی ر اعسم و علی ر اب  
 خویش و نزدیک بود با ایشان      نسبت دین نیافت با خویشان  
 بیچ سودے نہ داشت آن لبش      شد مقدر در سقر جو بو لبش !  
 انہی اشعار کی پاداش میں بقول مقدمہ نگار شاہ اسماعیل صفوی ہنگام تسخیر  
 بلدہ ہرات بنا بر تعصب مذہب قبر مولوی رامندم ساخت ۱۹۳۳

اس کے باوجود اباب کیس نے ان کے مذہبی عقائد کو عائدۃ المسلمین کی نظروں  
 میں اور کچھ نہیں تو مشتبہ اور محل بحث و نزاع یقیناً بنا دیا ہے۔

باطل پرستوں نے ایک جھوٹی روایت بھی تصنیف کر دی کہ سفر نجف میں  
 انہوں نے اپنے ہم سفر سے اپنے شیعہ ہونے کا اقرار کیا تھا یہ روایت بالکل لغو اور  
 بے اصل و بے سند ہے مگر یہ طائفہ ضالہ بخوبی واقف ہے کہ عوام نہ تنقید کی صلاحیت  
 رکھتے ہیں اور نہ انہیں تنقید کی فرصت ہوتی ہے۔

جامی کے بارے میں جو کچھ میں نے لکھا ہے یہ سب کلیات جامی کے مقدمے  
 سے ماخوذ ہے جو ہاشم رضا ایرانی نے لکھا ہے اصلہ ۹۶ تا ۹۷ و ۱۹۷۱ تا ۱۹۷۲

میرا مقصد اس بحث سے یہ واضح کرنا ہے کہ سائبہ باطنیہ اور دشمنان صحابہؓ نے  
 مشہور صوفیوں کے عقائد میں دیدہ و دانستہ ایسے شبہات پیدا کر دیئے ہیں جن سے  
 ان کے عقیدت مندوں کے قلوب میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ وہ یا تو تقبیہ کرتے  
 تھے یا بال تشیع تھے اور اس طرح انہیں ان کے اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ قدرتی طور پر ان کا  
 میلان بھی تشیع کی طرف ہو جائے گا آہائی مذہب سے برکتہ کرنا آسان ہو جائیگا۔ راقم الحروف کے  
 استنتاج کی بحث تاریخی شواہد سے پائیدار ہو سکتی ہے۔ پاکستان کے اکثر و بیشتر سنی بزرگوں کے  
 مزاروں کے سجادہ نشین اور متولی مذہب امامیہ اختیار کر چکے ہیں اور اپنے بزرگوں کے حساب  
 عقیدت مندوں سے یہ کہتے ہیں کہ یہ حضرات بھی امامیہ مذہب ہی کے پیرو تھے۔  
 کیا طرفہ تماشہ ہے! صاحب مزار سنی تھا۔ لیکن آج اس کا سجادہ نشین یا متولی شیعہ ہے۔  
 لاریب یہ اسی طریق کار کا نمونہ ہے جو اس جماعت نے ایک ہزار برس سے اختیار

کر رکھا ہے کہ جس طرح ہوسکے جو فیوں کو مسلک امامیہ کا پیرو ثابت کر دتا کہ عوام بھی اپنے پیشواؤں کے پیب کی طرف مائل ہوسکیں۔

## رومی کے دیوان اور ملفوظات میں الحاق

(۴) رومی کی ثنوی میں جہاں تک میری معلومات میں سبائیہ اور قرامطہ نے تدریس نہیں کی لیکن ان کے دیوان میں چند غزلیات اپنی طرف سے ضرور داخل کر دی ہیں اور ان کے ملفوظات میں بھی ایک روایت ایسی درج کر دی ہے جو رومی ہرگز بیان نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت میرے پیش نظر فیہ مافیہ کا انگریزی ترجمہ ہے۔ اس میں صلہ پر یہ روایت، رومی سے منسوب ہے پڑھیے اور سر دیکھئے۔

"نقل ہے کہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ کسی غزوے سے واپس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ بانگِ دہل اعلان کر دو کہ آج کی رات ہم شہر کے دروازے کے پاس بسر کریں گے اور کل صبح شہر میں داخل ہوں گے۔ یہ سن کر صحابہ نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ ہو سکتا ہے کہ تم اپنی بیویوں کو اجنبی لوگوں کے ساتھ مباشرت میں مشغول پاؤ اور یہ دیکھ کر تمہیں بہت صدمہ ہوگا اور ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ لیکن ایک صحابی نے حضور کے ارشاد پر عمل نہ کیا وہ اپنے گھر چلے گئے چنانچہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک غیر مرد کے ساتھ مشغول پایا۔"

اس لغو روایت پر تنقید کرنے کو دل نہیں چاہتا تاہم دل پر جبر کر کے اتنا لکھنا ضروری ہے کہ یہ روایت کسی سبائی کے خبیث باطنی کی مظہر ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بھی ختم کر کے اپنی اسلام دشمنی کا پورا ثبوت ہسم پہنچا دیا ہے۔

۱۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ علم غیب معلوم ہو چکا تھا کہ صحابہ کی بیویاں خیروں سے زنا کر رہی ہیں اس کے باوجود آپ نے چشم پوشی فرمائی اور اس فعلِ شنیع کو گوارا کر لیا۔ سبحان اللہ! لای نے رسول اللہ کی سیرت

کا کٹنا بلند نقشہ کھینچا ہے۔ ۱

(ب) بعض صحابہؓ نا فرمان بھی تھے یعنی رسول اللہ مومنوں اور منافقوں میں ساری عمر اتنا زہ نہ کر سکے۔

(ج) بعض صحابہؓ کی بیویاں زنا کار تھیں۔

(د) رسولؐ کی سیرت اور تعلیم کا صحابہؓ پر کوئی اثر مرتب نہیں تھا۔

(ک) اردو میں اس قدر غیر محتاط تھے کہ بلا تحقیق لغو اور بے سرو پا روایات اپنی مجلسوں میں بیان کرتے رہتے تھے کیونکہ نہ تو انہوں نے یہ بتایا کہ اس خرافات کا وضع کون ہے اور نہ یہ بتایا کہ وہ غزوہ کون سا تھا اور نہ یہ بتایا کہ یہ روایت انہوں نے حدیث یا سیرت یا سفارشی کی کون سی کتاب میں پڑھی تھی

غور کیا اس جھپٹ سبائی نے ایک تیر سے کتنے سال کئے، طرفہ تاشا یہ ہے کہ یہ روایت جو ہفوات کا بدترین نمونہ ہے صدیوں سے کتاب میں نقل ہوتی چلی آ رہی ہے کسی مسلمان کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اسے جعلی قرار دے کر کتاب سے خارج کر دیتا۔ دراصل یہ نتیجہ ہے شخصیت پرستی اور تقلید کو رکھ کر جو کتاب بھی یا جو شعر بھی کسی ولی اللہ یا امام سے منسوب ہو جائے، کسی مسلمان میں اس پر تنقید کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ تصوف یا فقہ کا یہی وہ پہلو ہے جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ مسلمانوں میں فوجی تحقیق ہی ختم ہو گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی علمی ترقی رک گئی وہ آج بھی اسی مقام پر ہیں جہاں نویں صدی میں تھے۔

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے

شیخ محی الدین ابن عربی پر ظلم

(۵) شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ جیسا کہ فتوحاتِ مکبہ کے مطالعے سے معلوم ہو سکتا ہے، نہایت راسخ العقیدہ اور متبعِ شریعت بزرگ تھے فتوحاتِ مکبہ کے پہلے باب میں انہوں نے تین وصل قائم کئے ہیں اور پہلے وصل میں اپنا عقیدہ بیان کیا ہے اسے غور سے پڑھا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ عقائدِ نسفی کی شرح پڑھ رہے ہیں۔ انہوں

نے سر مو شاعرہ کے مسلک سے انحراف نہیں کیا ہے چونکہ اس تاریخ میں ان کا مفصل تذکرہ لکھوں گا اس لئے اس جگہ صرف اس بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ ان کی تصانیف میں بھی سبائیدہ اور قرامطہ تہہ سبیس کی ہے چنانچہ امام شعرانی اپنی تصنیف ابوالیقینت والجو اسرٹ مطبوعہ مصر ۱۲۵۵ھ پر لکھتے ہیں:-

حضرت شیخ کتاب اور سنت کے پابند تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ایک لحظے کیلئے بھی میزان شرع کو اپنے ہاتھ سے پھینک دے گا وہ یقیناً ہلاک ہو جائے گا۔ ان کی تصانیف میں جو عبارتیں ظاہر شریعت سے معارض ہیں وہ سب مدسوس ہیں۔ (دوسروں نے داخل کر دی ہیں) مجھے اس حقیقت سے سیدی ابوالطاهر المغربی نے آگاہ کیا جو اس وقت مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ انہوں نے مجھے فتوحات کا وہ نسخہ دکھایا جس کا مقابلہ انہوں نے توہینہ میں شیخ اکبر کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے کیا تھا۔ اس نسخے میں وہ فقرے نہیں تھے جو میرے نسخے میں تھے اور میں نے ان فقروں میں توقف (ان کی صحت میں شک) کیا تھا جب میں فتوحات کا اختصار کر رہا تھا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں "ان ملاحظہ اور زنادقہ اقرامطہ و سبائیدہ نے سب سے پہلے امام احمد بن حنبل اور اس کے بعد علامہ مجد الدین فیروز آبادی اور امام غزالی کی تصانیف خصوصاً احیاء العلوم میں تہہ سبیس کی ہے"

اس کے بعد لکھتے ہیں "اس فرقہ باطنیہ کی جسارت کا یہ عالم ہے:-  
"کہ اس فرقے کے ایک شخص نے ایک کتاب لکھ کر میری طرف منسوب کر دی اور تین سال تک یہ کتاب میری زندگی میں منداول رہی۔"

"پھر لکھتے ہیں کہ زنادقہ نے امام احمد بن حنبل کے مرض الموت کے زمانے میں ایک کتاب جس میں اپنے باطنی عقائد بیان کئے تھے، پوشیدہ طور پر (ان کا شاگرد بن کر) ان کے سر ہانے تیکے کے نیچے رکھ دی تھی اور اگر امام مرحوم کے تلامذہ ان کے عقائد سے بخوبی واقف نہ ہوتے تو جو کچھ انہوں نے مرحوم کے تیکے کے نیچے پایا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ لوگ بہت بڑے فتنے میں مبتلا ہو جاتے۔"

## بعض دوسری مثالیں

(۶) سیاتیہ اور قرمط نے صوفیوں کی تصانیف میں تدریس کے علاوہ، اپنی تصانیف نظم و نشر میں ان میں سے بعض کو اپنی جماعت کا فرد ظاہر کر کے، اہل سنت کی نگاہوں میں ان کی دینی حیثیت کو مشکوک اور محل نظر بنا دیا۔ بخوف طوالت صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی جو منازل السائرین کے مؤلف ہیں۔ پانچویں صدی کے مشاہیر صوفیوں میں سے ہیں لیکن ایک اسمعیلی شاعر نے اپنے یونان میں ان کی مدح کی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ادارہ نشریات اسمعیلیہ بمبئی نے غالباً ۱۹۳۵ء میں خاکی خراسانی اسمعیلی کار یونان شائع کیا تھا جسے پروفیسر آئی دینانف (IVANOW) نے مرتب کیا ہے پروفیسر مذکور اپنے مقدمے میں لکھتا ہے۔

"اگرچہ اسمعیلی دعا کو بہت سی ایسا لگوان کی دعوت کا تصوف پر بہت اثر

مرتب ہوا اور تصوف عرصہ دراز تک ان کے خیالات سے فیض یاب ہوتا رہا۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسمعیلی دعا نے اپنے خیالات کی اشاعت کے لئے تصوف کو آل کار بنایا یعنی صوفیوں کے لباس میں اپنے عقائد کی اشاعت کی۔ اب میں خاکی کے دو شعر نقل کرتا ہوں۔

طوطی ام شہ مرا بود مرأت      شکر م از دکان عطرا است

ژندہ پیل احمد است قبسلہ ما      خواجہ عبداللہ کہ ز انصار است

ان دو شعروں سے تینوں صوفیوں کی مذہبی حیثیت مشکوک ہو گئی۔ اب وہی

صونیس ممکن ہیں۔ یا تو غلط را حمد ژندہ پیل اور عبداللہ انصاری یہ تینوں دراصل باطنی تھے جنہوں نے سنی بن کر مسلمانوں کو گمراہ کیا یا خاکی نے ان کی حیثیت کو مشتبہ کرنے کی غرض سے اپنا مدوح اور ژندہ پیل کو اپنا قبلہ بنایا۔

پروفیسر مذکور اپنے ایک مضمون میں جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی شاخ بمبئی کے جنرل

۱۹۳۲ء میں شائع ہوا تھا ص ۶۹ پر لکھتا ہے کہ

”اسمعیلیہ نے اپنے شیعہ تصوف کی خصوصیات کو بہر حال برقرار رکھا۔ انہوں نے ارباب تصوف کا بڑے ذوق سے مطالعہ کیا مگر اس کی شرح اپنے مخصوص عقائد کی روشنی میں لکھی۔“

یعنی باطنیہ نے سنی صوفیہ کی تصانیف کی شرح اپنے زاویہ نگاہ سے لکھ کر اہل سنت کو درطہ ضلالت میں غرتی کر دیا۔ ان تصریحات سے میراد عوملی پائیہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ باطنیہ اور قرامطہ اور اسمعیلیہ حضرات کے تصوف کا ہادہ اور ضلعہ کہ اپنے عقائد مسلمانوں میں شائع کر دیئے چونکہ بعد میں آنے والے صوفیوں نے اسلاف پر تنقید کو سوادب سمجھا اس لئے قرامطہ کے عقائد کو من و عن صحیح تسلیم کر لیا اور رفتہ رفتہ ان باطنیہ کے ہم عقیدہ بن گئے۔

اس طرح غیر اسلامی عقائد جو مثنیٰ صدی ہجری سے مسلمانوں میں مقبول ہو گئے چنانچہ ابو نصر سراج اپنی تصنیف کتاب اللع میں لکھتے ہیں:-

”بغداد کے بعض صوفیہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب سالک کی ذاتی صفات فنا ہو جاتی ہیں تو وہ صفات بیزدی میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے حلول کا دروازہ کھل جاتا ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے۔“

شمس الدین افلاکی نے جو چلی عارف کے مرید اور رومی کے ہم نشین تھے۔ ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام مناقب العارفین ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ احمدی پریس رامپور لاپی اسے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کتاب سے دو قصے نقل کرتا ہوں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے طلسم ہونٹر با سے بھی بڑھ کر ہیں۔ پڑھیے اور دشمنان اسلام کی چیرہ دستی کا ماتم کیجئے۔

ص ۲۳۱ پر لکھتا ہے کہ ایک دن کرافاتون زوجہ مولانا رومی کے دل میں خیال آیا کہ مولانا ایک عرصے سے میری جانب ملتفت نہیں ہیں خدا معلوم شہوانی جذبات باقی ہیں یا بالکل فنا ہو گئے ہیں (مولانا کو بند بیچہ کشف ان کا یہ خیال معلوم ہو گیا) ارباب کو مولانا ان کے پاس گئے۔ جذبات شہوانی کا یہ عالم تھا کہ



کہ خاتون پریشان ہو کر استغفار پڑھنے لگیں۔ مولانا نے شہزادہ جہاں کیا۔ پھر فرمایا  
 "مردان خدا ہر شے پر قادر ہیں۔ ترک یا قلت مباشرت کا باعث استغراق ہے۔"  
 اس کے بعد جو روایت درج ہے اسے پڑھنے سے پہلے کلیجے کو دو نوں یا تھوں  
 سے خفام بیچھے مبادا شق ہو جائے۔

"پھر فرمایا کہ آنحضرتؐ اوسان کی ایک زوجہ میں بھی یہی معاملہ ہوا تھا۔ ایک  
 دن انہوں نے ایک چڑھے کو چڑھنے کے ساتھ جنت ہوتے دیکھ کر بطور مطالبہ  
 آپ سے کچھ کہا۔ چنانچہ بوقت شب آپ نے ان سے نئے بار قربت فرمائی۔ اس  
 کے بعد فرمایا "ہم نے خود لذات دنیا کو ترک کر دیا ہے ورنہ یہاں کچھ کمی نہیں ہے۔"  
 ۲۵۹ پر یہ روایت درج ہے "مولانا رومی نے فرمایا کہ ایک دن آنحضرت صلی  
 علیہ وسلم نے کچھ اسرار حضرت علیؑ کو غلوت میں تعلیم فرمائے اور وصیت کی کہ نامحرم سے  
 بیان نہ کرنا۔ حضرت علیؑ نے چالیس روز تک ضبط کیا۔ اس کے بعد ان کا بیٹ حاملہ  
 عورت کی طرح پھول گیا۔ مجبوراً صحرا میں جا کر ایک کنویں میں منہ لٹکایا اور سب اسرار  
 بیان کر دیتے چند روز کے بعد اس کنویں سے نئے کا ایک دخت نکلا۔ ایک چرواہے  
 نے اس سے نئے (بانسری) بنائی۔ اتفاقاً آنحضرت صلی علیہ وسلم نے اس نئے کی آواز سنی تو  
 اسے بلایا اور سُن کر فرمایا "اس نئے سے ان اسرار کی شرح نمایاں ہے جو ہم نے حضرت  
 علیؑ کو تلقین کئے تھے۔"

میرا خیال ہے کہ یہ قصے محتاج تنقید نہیں ہیں ان کی لغویت خود شاہد ہے کہ  
 انہیں کسی دشمن اسلام نے مناقب اعرافیوں میں داخل کر دیا ہے۔

انام شعرائی کی تصنیف الطبقات الکبریٰ کے اردو ترجمے میں ص ۲۶۷ پر یہ روایت

درج ہے۔

"بعض ظاہر و باطن عادت۔ علی ابن ابی طالب اسی طرح اٹھائے گئے ہیں جس طرح  
 عیسیٰ اور عیسیٰ کی طرح عنقریب نازل ہوں گے میں (استاد سید علی فرزند سید محمد و نانا)  
 کہتا ہوں کہ سید علیؑ خواص بھی اس کے قائل تھے چنانچہ میں نے ان کو کہتے سنا کہ

نوح نے کشتی میں سے ایک ننھنہ علی کے نام اٹھا کر رکھا (نوح کو خدا نے تبار دیا تھا) وہ ننھنہ محفوظ رہا چنانچہ علی اسی ننھنے پر اٹھائے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔  
اس روایت کا مضمون خود تبار ہے کہ یہ کسی ایسے شخص کی موضوعہ ہے جو حضرت علیؑ کے رفع سہادی کا عقیدہ رکھتا تھا اور تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ عقیدہ سب سے پہلے عبد اللہ ابن سہل نے شائع کیا تھا۔

ان دشمنانِ اسلام نے صرف تصوف ہی کی کتابوں میں تہسبیس نہیں کی بلکہ اہل سنت کی کتب احادیث اور کتب عقائد میں بھی اپنے مزعومات اس طرح شامل کر دیئے کہ مرور امام سے وہ اوہام باطلہ اہل سنت کے عقائد بن گئے چنانچہ شرح عقائد نسفی مصنف علامہ سعد الدین تفتازانی سے ایک مثال ذیل میں درج کرتا ہوں یہ کتاب آج بھی نامِ عربی مدارس میں داخل نصاب ہے اور نہایت مستند تسلیم کی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ اہل سنت کے امام فی العقائد ابو حفص نجم الدین النسفی الماتریدی متوفی ۳۵۶ھ نے علم عقائد میں ایک متن لکھا تھا جس کا نام ہے عقائد النسفی علامہ تفتازانی متوفی ۷۱۶ھ نے اس کی شرح لکھی ہے جس کا نام ہے شرح عقائد النسفی جو تمام دینی مدارس میں داخل نصاب ہے۔  
امام نسفی نے اس متن میں لکھائے صحابہ کو ہمیشہ صرف کلمات خیر ہی سے یاد کرنا چاہئے۔ علامہ اس کی شرح کے سلسلے میں لکھتے ہیں:-

”بہ کیف یزید بن معاویہ کے بارے میں علماء نے آپس میں اختلاف کیا ہے (کہ ان پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں) چنانچہ المخلصہ میں اور دوسری کتابوں

میں باصراحت مرقوم ہے کہ یزید یا حجاج پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان لوگوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جو ناپڑھتے ہوں اور جن کا شمار اہل قبلہ میں سے ہو۔ بعضوں نے اس وجہ سے یزید پر لعنت کو جائز سمجھا ہے کہ جب اس نے حسینؑ کے قتل کا حکم دیا تو وہ کافر

۱۔ اس سے غالباً کتاب خلاصۃ الاحکام مصنف امام نووی مراد ہے

ہو گیا، ان لوگوں نے ان پر بھی لعنت کرنے کو جواز قرار دیا جنہوں نے حسینؑ کو قتل کیا یا اس کا حکم دیا یا اس کی اجازت دی یا اس پر اپنی رضا کا اظہار کیا۔ اختلاف کا تذکرہ کرنے کے بعد شارح اپنی رائے ان الفاظ میں لکھتا ہے :-  
حقیقت یہ ہے کہ یزید کا قتل حسینؑ پر رضامندی کا اظہار اور قتل پر اپنی خوشی کا اظہار اور نبیؐ کے خاندان کی توہین، یہ ایسی باتیں ہیں جو تو اتر سے ثابت ہیں۔ اس لئے ہم اس پر لعنت کے بارے میں بالکل تامل نہیں کرتے بلکہ ہم کو اس کے عقائد کے بارے میں بھی فیصلہ کرنے میں کوئی توقف نہیں ہے (یعنی ہم اسے کافر یقین کرتے ہیں) اس لئے اس پر اور اس کے اعداء و انصار سب پر خدا کی لعنت میری رائے میں یہ فقرہ جو حقیقت یہ ہے "سے شروع ہو کر لعنت پر ختم ہوتا ہے علامہ موصوف کا تحریر کردہ نہیں ہے بلکہ کسی سبانی نے اپنی طرف سے شامل کر دیا ہے۔ قرینہ اس پر یہ ہے کہ لعنت کے جواز پر جو تین وجوہ بیان کی گئی ہیں وہ تینوں غلط اور جھوٹی ہیں کیونکہ تاریخی طور پر یہ ثابت نہیں ہو سکتی۔ میں اپنے دعوے کے ثبوت میں تاریخ ابن الاثیر المتوفی ۶۳۰ھ جلد سوم مطبوعہ ۱۳۵۶ھ ص ۱۲۹۹ سے ضروری تصریحات پیش کرتا ہوں۔

۱۔ یزید نے حسینؑ کے سر کو دیکھ کر کہا (خدا کی قسم اگر میں (کربلا میں) تیرے ساتھ ہوتا تو میں تجھے قتل نہ کرتا۔  
www.KitaboSunnat.com

ب۔ کوئی عورت اکل یزید میں سے ایسی باقی نہ رہی جس نے اس واقعہ پر ماتم نہ کیا۔  
ج۔ یزید نے حکم دیا کہ علی ابن حسینؑ اور اس کے خاندان کی عورتوں کو علیحدہ مکان میں ٹھہرایا جائے اور یزید نہ صبح کا کھانا کھاتا تھا نہ رات کا جب تک علی ابن حسینؑ

کو اپنے ساتھ شریک طعام نہ کر لیتا تھا۔

د۔ یزید نے کہا میں تو حسینؑ کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا اور جوہر چاہتا اسی کا حکم دیتا خواہ اس سے میری سلطانی کو ضعف ہی کیوں نہ پہنچتا اور میں بیطرز عمل اس قرابت کی بنا پر کرتا جو اسے رسول اللہؐ سے حاصل تھی۔

۴ - اللہ لعنت کرے ابن مرجانہ پر اور اپنا غضب نازل کرے اس پر  
 ۵ - اور جب یزید نے ارادہ کیا کہ ان کو مدینے بھیجے تو نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ ضروری  
 سامان سفر مہیا کیا جائے اور ایک امین آدمی اہل شام میں سے مع فوج ان کے  
 ساتھ کرے۔

۲ - بوقت رخصت یزید نے علی کو بلایا اور کہا اللہ لعنت کرے ابن مرجانہ پر قسم  
 خدا کی اگر میں اس کے ساتھ ہوتا جو وہ طلب کرتا اُسے دیتا اور اس سے اس کی  
 مصیبت کو دور کرتا خواہ اس میں میرا کوئی بٹیا ہی کیوں نہ کام آجاتا لیکن اللہ کا فیصلہ  
 یہی تھا جو تو نے دیکھا اے بیٹے جب تجھے کوئی حاجت درپیش ہو تو مجھے لکھنا۔

۳ - جب قافلہ مدینہ پہنچا تو فاطمہ بنت علی نے اپنی بہن زینب سے کہا اس شخص نے  
 اچھا نالہ کا پانچواں حصہ ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے کیا تیرے پاس کچھ  
 ہے جو اسے دیا جائے؟ زینب نے کہا ہمارے پاس زیورات کے سوا اور کیا ہے؟  
 پس دونوں نے اپنے سوارین اور دلچسپ تارے اور اس کے پاس بھیجے لیکن اس  
 نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نے یہ حسن سلوک رسول اللہ سے تمہاری قرابت کی  
 بنا پر کیا ہے۔“

میں نے احتیاطاً ابن اثیر کی عربی عبارت کا ٹیٹھ لفظی ترجمہ کر دیا ہے۔ اب قاری  
 خود فیصلہ کر لیں کہ ان تصریح سے وجوہ معنی و تکفیر میں سے کوئی ایک وجہ بھی ثابت  
 نہیں ہوتی۔ ابن اثیر کے علاوہ کسی مستند تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امیر یزید  
 نے قتل حسین کا حکم دیا تھا یا قتل کی اطلاع پر چراغاں کیا تھا یا جشن مسرت منعقد کیا  
 غایا خواہین کی بے حرمتی کی تھی۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ آخری فقرہ علامہ نفاذانی ہی کے قلم سے نکلا ہے تو  
 وہ دوسرے نفلوں میں علامہ کو تاریخ اسلام سے ناواقف ثابت کر رہا ہے۔ علامہ نفاذانی  
 نے ۱۹۱۷ء میں وفات پائی۔ اس لئے انہوں نے تاریخ طبری مصنفہ طبری المتوفی  
 ۳۲۰ھ اور تاریخ الکامل مصنفہ ابن اثیر متوفی ۳۳۰ھ اور البدایہ والنہایہ مصنفہ ابن



یہودی مسلح ہو کر قلعے سے یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا، خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں رجز پڑھنے کے بعد اس نے سب مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔ اس کے جواب میں کعب ابن مالک نے یہ رجز پڑھا، خیبر جانتا ہے کہ میں کعب ہوں الخ۔

رجز خوانی کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا: "اس شخص کا مقابلہ کون کرے گا؟" محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا: "مرحب کا مقابلہ میں کروں گا، کیونکہ اس شخص سے انتقام لینا مجھ پر واجب ہے، جس نے گل میرے حقیقی بھائی کو قتل کیا تھا۔" یہ سن کر آنحضرتؐ معلوم نے انہیں مرحب کے مقابلے میں جانے کی اجازت دی اور ان کی فتیابی کے لئے دعا کی جب مرحب اور ابن مسلمہؓ ایک دوسرے کی طرف بڑھے تو ایک سخت زمین میں داخل ہو گیا۔ انہوں نے اس کی شاخیں کاٹنی شروع کیں یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے مقابل ہو گئے۔ پہلے مرحب نے وار کیا جسے ابن مسلمہ نے ڈھال پر روکا، اس کے فوراً بعد انہوں نے وار کیا اور مرحب کو قتل کر دیا۔

ہشام بن عروہ نے بیان کیا کہ جب مرحب کے قتل ہو جانے کے بعد اس کے بھائی یا سر نے دعوت مبارزت دی تو حضرت زبیر بن العوامؓ مقابلے پر نکلے، ان کی والدہ حضرت صفیہ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کیا دشمن میرے بیٹے کو قتل کر دے گا؟ آپ نے جواب دیا: "نہیں، بلکہ تمہارا بیٹا انشاء اللہ اپنے دشمن کو قتل کرے گا۔" حضرت زبیر یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے، خیبر جانتا ہے کہ میں زبیر ہوں اور ان لوگوں کا سردار ہوں جو غیر فرار ہیں، انہیں پانچہ زبیر نے یا سر کو قتل کر دیا۔

بریدہ بن سفیان بن فروہ نے مجھ سے (ابن اسحاق) کہا کہ میرے باپ نے الا کوخ سے سنا کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ فتح کرنے کو

بھیجا لیکن وہ قلعہ فتح کئے بغیر واپس آئے۔ دوسرے دن آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو بھیجا لیکن وہی ہوا جو ان پہلے ہو چکا تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا: "کل جہنم اس کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔" اللہ اس کے ذریعے سے فتح عطا کرے گا وہ بھاگنے والا نہیں ہے، چنانچہ دوسرے دن آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا جو آشوب چشم

میں مبتلا تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنا لعاب دہن لگا دیا (انہیں اچھی بو گئی) اور جھنڈا دبوکر فرمایا "اسے لے کر جاؤ یہاں تک کہ اللہ تمہارے ذریعے سے فتح عنایت کرے۔" چنانچہ حضرت علیؑ بجمعتۃ تم قلعے کے نزدیک پہنچے اور پتھروں کے ڈھیر میں جھنڈا گاڑ دیا۔ قلعے کی چوٹی سے ایک یہودی نے انہیں دیکھ کر نام پوچھا جب انہوں نے اپنا نام بتایا تو اس نے کچھ اس قسم کے الفاظ کہے کہ موسیٰؑ کی وحی کے مطابق تم کامیاب ہو گے یا وہ الفاظ کہے جن کا مطلب یہ تھا حضرت علیؑ واپس نہیں آئے جب تک اللہ نے انہیں فتح عطا نہیں کر دی۔"

(۸) عبداللہ بن الحسن نے مجھ (ابن اسحاق) سے کہا کہ میرے خاندان کے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ میں نے ابو رافعؓ (آنحضرتؐ کے آزاد کردہ غلام) سے سنا کہ جب آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا بھٹا دے کر بھیجا اور وہ قلعے کے نزدیک پہنچے تو اس کے محافظ باہر نکلے اور حضرت علیؑ نے ان سے جنگ کی۔ ایک یہودی نے ان پر حملہ کیا جس سے ان کی ڈھال ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اس لئے حضرت علیؑ نے جلدی سے دوڑ کر ایک دروازے پر اٹھایا جو قلعے کے پاس پڑا تھا اور اس سے ڈھال کا کام لیا جب فتح حاصل ہو گئی تو اسے پھینک دیا۔ میں نے اس دروازے (کوڑے) کو سات آدمیوں کے ساتھ مل کر اٹھانے کی کوشش کی مگر ہم اسے نہ اٹھا سکے۔" مقتبس از انگریزی ترجمہ سیرۃ ابن اسحاق موسومہ سیرت رسول اللہؐ صفحات ۵۱۲ تا ۵۱۴ مطبوعہ لندن ۱۹۵۵ء

یہ اقتباسات ابن اسحاق یعنی ایک شیعہ مصنف کی کتاب سے پیش کئے گئے ہیں جو اس قدر اسخ العقیدہ تھا کہ اس نے اپنی اس تصنیف میں حضرت ابان بن عثمانؓ بن عفان کی تصنیف کتاب المغازی سے جو اس موضوع پر اولین تصنیف ہے اپنی تصنیف میں ان سے کوئی روایت قبول نہیں کی ہے اور نہ ان کا تذکرہ کیا ہے۔ محض اس لئے کہ حضرت ابان وانا در رسولؐ خلیفہ راشد امام مظلوم حضرت عثمان شہید فی سبیل اللہ کے بیٹے تھے (اللہ اکبر) کس قدر احتیاط ملحوظ رکھی (بہر حال ان اقتباسات سے حسب ذیل حقائق نظر من الثمن ہیں

۱۔ مرحب کو حضرت علیؑ نے قتل نہیں کیا بلکہ حضرت محمد ابن مسلمہؓ نے قتل کیا۔

۲۔ حضرت علیؑ نے خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ فتح کیا تھا۔

۳۔ عبد اللہ بن الحسن دالی روایت جس کی رو سے حضرت علیؑ نے کواڑ سے ڈھال کا کام لیا نہ اصول روایت کے اعتبار سے قابل اعتبار ہے اور نہ اصول روایت کے لحاظ سے لائق قبول ہے۔ اصول روایت کی رو سے اس لئے نہیں کہ عبد اللہ بن الحسن نے یہ نہیں بتایا کہ یہ داستان میں کس سے سنی تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس روایت کے راویوں میں سے کوئی راوی مجہول الاسم ہو یعنی اس کا نام معلوم نہ ہو تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی، اور اصول روایت کی رو سے اس لئے نہیں کہ جب حضرت علیؑ کے ہاتھ سے ڈھال گر پڑی تو عقل یہ کہتی ہے کہ انہیں دوڑ کر اپنی ڈھال اٹھا لینی چاہئے مگر یہ کہ وہ ڈھال کو چھوڑ کر اس کواڑ کو اٹھانے جانے جو قلعے کے پاس پڑا ہوا تھا یہ بات اس وقت قابل قبول ہوتی جب راوی یہ واضح کر دیتا کہ ڈھال بہت دور مثلاً پچاس قدم پر تھی اور دروازہ یا کواڑ بہت نزدیک تھا۔ علاوہ یہیں دنیا پر کج حکم کوئی نہ رہا۔ یا کواڑ ایسا نہیں بنایا گیا جو ڈھال کا کام دے سکے۔ ڈھال اور دروازے میں دور کی مناسبت بھی نہیں ہے۔

۴۔ مرحب سے حضرت علیؑ کی جنگ کا افسانہ دوسری صدی میں یعنی ابن اسحاق کی زندگی میں وضع نہیں کیا گیا۔ ورنہ ابن اسحاق جس نے دروازے کا افسانہ درج کر دیا اس افسانے کو یقیناً زینت کتاب بنانا، لہذا ثابت ہوا کہ مرحب سے حضرت علیؑ کی جنگ کا افسانہ تیسری صدی میں وضع کیا گیا اور جس طرح بہت سی غلط روایات سبائیوں کی تیسریں سے اہل سنت کی کتابوں میں راہ پا گئیں۔ یہ افسانہ بھی ان کی کتابوں میں جگہ پا گیا۔ فی الجملہ سینئر کی قدیم ترین کتاب کی رو سے بالکل واضح ہے کہ مرحب کو

محمد بن مسلمہ نے قتل کیا تھا لیکن افسانہ طرازوں نے مرحب اور حضرت علیؑ کے مابین فرضی قتال کو جس رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کیا ہے، ان کی تفسیل کیلئے میں البدایہ والنہایہ مؤلف امام ابن کثیر دمشقی المتوفی ۷۴۶ھ سے ضروری اقتباسات ذیل میں درج کرتا ہوں۔



۱۔ حافظ البزار نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یوم خیبر میں پہلے ابو بکرؓ اور پھر عمرؓ کے بھیسھے اور اس کے بعد علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہونے کا جو قصہ ہے۔ اس کے بیان میں غزانت اور نکارت ہے اور اس کی اسناد میں ایک شخص ایسا جھلی ہے جو متہم بالتشیع ہے۔

۲۔ روایت کی موئیٰ ابن عقبہ نے زہری سے کہ تحقیق جس نے قتل کیا مرحب کو وہ محمد بن مسلمہ تھے اور یہی کہل ہے محمد بن اسحاق نے بروایت جابر بن عبد اللہ کہ نکلا مرحب ایہودی خیبر کے قلعے سے یہ رجز پڑھتا ہوا قد علمت خیبرانی مرحب۔ تو اہل حضرت نے کہا اس کا مقابلہ کون کرے گا۔ محمد ابن مسلمہ نے کہا میں کروں گا۔ فقیر یہ محمد ابن مسلمہ حتی قلندہ ہیں تلوار ماری ابن مسلمہ نے بیان تک کہ قتل کر دیا اُس کو (یعنی مرحب کو) ص ۱۸۹ ج ۴

۳۔ کہا یونس نے ابن اسحاق سے کہ روایت ہے کہ مجھ سے کہا میرے ناندان کے ایک شخص نے کہ اس نے سنا تھا مانع مولیٰ رسول اللہؐ سے کہ تم نکلے علیؓ کے ساتھ جب بھیجا ان کو رسول اللہؐ نے اپنا جھنڈا دے کر جب ہم قلعے کے پاس پہنچے تو اہل قلعہ مقابلہ کے لئے نکلے ایک ایہودی نے صرب سے علیؓ کی ڈھال ان کے ہاتھ سے گر پڑی تو قلعے کے دروازے کو ڈھال بنایا یہاں تک کہ قلعہ فتح ہو گیا۔۔۔ میرے ساتھ سات آدمی اور تھے میں آٹھواں تھا مگر ہم سے دروازہ پلٹنا نہ جاسکا۔ اس افسانے پر ابن کثیر نے یہ تنقید کی ہے۔ وَفِي هَذِهِ الْخَبَرِ بَعْضُ مَا لَا يَنْقَطَعُ ظَاهِرٌ يَعْنِي أَنَّ رِوَايَةَ بَعْضِ جِهَالَتِ بَعْضِ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي حَرْبِ بَنِي نَدْبَةَ رِوَايَةُ رِوَايَةِ غَاثِبِ بْنِ جَعْفَرٍ لَكُنْتُمْ فِيهَا۔

۴۔ حاکم اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ اس دروازے کو چالیس آدمی بھی ل کر نہ اٹھا سکے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت بھی ضعیف (نافی اعتبار) ہے۔

۵۔ جابر سے روایت ہے کہ ستر آدمیوں نے اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت بھی ضعیف (نافی اعتبار) ہے (ص ۱۸۹ ج ۴)

۶۔ اراقہ دی نے بھی جاہ سے یہی روایت کی ہے کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا تھا

(۱۸۹ ج ۲)

اختصار بقدر ضرورت از البدایہ والنہایہ ابن کثیر جلد چہارم صفحات ۱۹۰ تا ۱۹۰  
مطبوعہ مصر ۱۳۳۲ھ

جو حوالہ میں ان موضوع زوایاتوں کو نقل نہیں کر سکتا جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرحب کو حضرت علیؑ نے قتل کیا تھا۔ میرا مقصد صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا تھا نہ کہ حضرت علیؑ نے۔ الحمد للہ کہ میں نے اس بات کو بخوبی یعنی ابن اسحق کی گواہی سے ثابت کر دیا جو شیعہ تھا۔ لہذا وہ تمام افسانے جو مرحب اور حضرت علیؑ کی اس فرضی جنگ کے سلسلے میں تصنیف کئے گئے ہیں۔ خود بخود باطل اور بے اصل و بے بنیاد قرار پاتے ہیں۔ بیروائیس جیسا کہ محدثین اور محققین مثلاً علامہ سخاوی نے لکھا ہے مگر اسے بغویں۔ (سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد اول ص ۲۸۵) چونکہ میں تصوف کی تاریخ لکھ رہا ہوں نہ کہ تہذیبیں سبائہ و باطنیہ کی تاریخ اس لئے انہی چند مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس کے بعد اہل سنت صوفیوں کی تصانیف سے ایسے اقوال پیش کروں گا جو اہل سنت کے معتقدات کے خلاف ہیں لیکن ان صوفیوں نے سبائیت اور باطنیت سے متاثر ہو کر ان کو قبول کر لیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا۔

ان صوفیوں کی کمزوری یہ تھی کہ یہ لوگ نہ محدث تھے نہ مورخ تھے۔ اس پر مستزاد یہ امر ہوا کہ ان لوگوں کے نزدیک تحقیق و تدقیق و تنقید یہ سب باتیں سوء ادب میں داخل ہو گئی تھیں۔ جنیدؒ کا تصوف یہ تھا کہ ہم بات کو قرآن اور سنت کی کسوٹی پر آنا کر دیکھیں گے اگر کوئی بات کتاب و سنت کے خلاف ہوگی۔ فہو مردود

۷۔ خدا کا شکر ہے کہ ستر کے تبرک عدد پر حاملین باب خیر کی تعداد کا اختتام ہو گیا۔ واضح ہو کہ سات چالیس اور ستر کا شدید اختلاف کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔

خواہ وہ کسی کی زبان سے نکلی ہو لیکن نویں صدی ہجری میں باطنیہ کی مساعی قبیلہ سے سنی صوفیوں کی ذہنیت یہ ہو گئی تھی کہ وہ قول کے حسن و قبح کے بجائے قائل کو دیکھنے لگے تھے۔ مثلاً ایک روایت خواہ کتنی ہی غلات عقل و نقل کیوں نہ ہو اگر وہ کسی بزرگ سے منسوب ہے تو محض اس سے نسبت کی وجہ سے قابل اعتماد قرار پاجائے گی اور اس میں تحقیق یا اس پر تنقید کو سوء ادب سمجھا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں صدیوں سے غلط روایات نقل ہوئی علیٰ آرہی ہیں اور آج کسی میں یہ اخلاقی ہمت نہیں ہے کہ انہیں غلط کہہ کر اپنی مرجعیت اور مقبولیت سے دستبردار ہو جائے۔

# باطنیت

گمراہی کے دروازوں میں سے سب سے زیادہ خطرناک اور مضرت رساں دروازہ جو باطنیہ نے کھولا وہ یہ تھا کہ ہر لفظ کے ایک ظاہر معنی ہوتے ہیں اور ایک حقیقی یا باطنی۔ انہوں نے الفاظ کے اس باطنی پہلو پر اس قدر زور دیا کہ ان کا اصلی نام اسمعیلیہ غیر معروف ہو گیا اور وہ باطنیہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ بہر کیف انہوں نے کہا کہ اسی طرح قرآن و حدیث کے الفاظ کے بھی دو دو معنی ہیں ایک ظاہری دوسرے باطنی اور ان کو آپس میں وہی نسبت ہے جو پوست (ظاہر) کو مغز سے ہے۔ جہلاء صرف ظاہر (ظاہری معنی) سے آگاہ ہیں۔ حقائق یا باطنی معانی کو صرف اہل اسرار جانتے ہیں جو شخص ظاہر میں گرفتار ہے وہ شریعت کی پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے اور دین کی نہایت نیچی سطح پر ہے جو شخص اہل باطن کی صحبت میں رہ کر حقائق سے آشنا ہو جاتا ہے وہ شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے چنانچہ قرآن کی اس آیت کا یہی مفہوم ہے **وَيَجْمَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْإِغْلَالَكَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ** یعنی رسول اس بوجھ سے نجات دلاتا ہے جس کے تلے وہ اعمام (دبے ہونے) تھے اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان کی گردنوں میں پڑے

تیسے تھے (۶-۱۵۷)

باطنیہ نے اسی اس بنیادی تعلیم کو عوام کے سامنے صوفی بن کر پیش کیا۔ رفتہ رفتہ جاہل صوفیوں نے پہلے ظاہر اور باطن کی تفریق کا اصول اختیار کیا پھر اس سے منطقی نتیجے کو بھی قبول کر لیا یعنی انہوں نے شریعت اور طریقت میں تفریق کر دی اور کہنے لگے کہ شریعت کا حکم کچھ اور ہے اور طریقت کا حکم کچھ اور ہے۔ آخر کار انہوں نے باطنیہ کی اس تعلیم کو بھی تسلیم کر لیا کہ جب سالک کو معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ قید شریعت سے آزاد ہو جاتا ہے اور اپنے اس باطل عقیدے پر اس آیت سے استدلال کیا **وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ** اور اس کا ترجمہ اس طرح کیا صرف اس وقت تک اپنے رب کی عبادت کر جب تک تجھے یقین حاصل نہ ہو جب معرفت یا یقین حاصل ہو جائے تو اتباع شریعت کی حاجت نہیں ہے۔

باطنیہ نے اس طرح لاکھوں مسلمانوں کو گمراہ کر دیا۔ عوام کے پاس کوئی آگہ یا معیار نہ اس وقت تک تھا نہ اب ہے نہ آئندہ کبھی ہو گا جس کی مدد سے وہ یہ معلوم کر سکتے کہ یہ شخص جو ظاہر میں صوفیوں کا لباس پہنے ہوئے بیٹھا، تصوف کے اسرار و رموز بیان کر رہا ہے۔ باطن میں کیا ہے؟ اگر کسی عامی نے اعتراض بھی کیا کہ یہ قول قرآن یا حدیث کے خلاف ہے تو معتقدین نے اسے گستاخ قرار دے کر مجلس سے باہر نکال دیا۔ قصہ ختم شد۔

میں نے یہ صراحت اس لئے کی کہ آج بیسویں صدی میں بھی سنی عوام کے دلوں میں جو یہ تفریق جاگزیں ہے اور وہ اپنے بزرگوں کی خلافتِ شرع باتوں پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ ان کو از قبیل رموز و اسرارِ طریقت سمجھتے ہیں، یہ تفریق عبد اللہ بن سبا کے متبعین کی بسا کر رہی ہے اور بیس سال کے مطالعہ کے بعد میرا چہنچہ عقیدہ یہ ہے کہ سبائیت اور اس کی نکھری ہوئی صورت یعنی باطنیت دراصل نبوت و رسالتِ محمدی کے خلاف ایک بغاوت یا بغیانہ تحریک تھی۔ یعنی ولایت کے پردے میں نبوت کی تختیر و نذیل۔ نبوت ملاحظہ ہو۔

اقتباس از ولایت نامہ تالیف سلطان العارفين و بہرمان الواصلين مولا اشید  
الحاج ملا سلطان محمد گنا باوی۔ سلطان علی شاہ چاچا دوم۔ چاچا نہ عدالت گاہ تہران  
۳۸۵ قمری ص ۳۵

قبول رسالت بیعت کردن است بر قبول احکام ظاہری، و قبول ولایت  
بیعت کردن است بر قبول احکام باطنی۔ اول ملا اسلام وثانی را ایمان می گویند  
و چون قبول رسالت بحمت وصول بسوئے ولایت است کہ فرمود و لکن  
اللہ یبئ علیکم ان هذا کم للایمان (۱۶-۲۹) و فرمود انکم فعل فما باغت رسالته  
(۱۶-۲۹) یعنی رسالت تو مقدمه ولایت علی علیہ السلام است اگر تبلیغ ولایت  
نہ کردی و بیعت بولایت علی کنونی بیج تبلیغ رسالت نہ کرده کہ مقدمہ بدین ذی  
مقدمہ وجودش باعدم مساوی است و بلاخط میخیت رسالت و ولایت  
نسبت بحدیث داده شد کہ لولا علی لَمَا تَحَلَّفْتُكَ (اتھی بلفظہ)

میں نے یہ زحمت نقل اس لئے گوارا کی ہے کہ اگر میں اس عبارت کا اردو ترجمہ  
درج کر دیتا تو بعض قارئین ضرور دل میں کہتے کہ مصنف نے یہ باتیں لکھی ہونگی  
مترجم سے ترجمہ کرنے میں غلطی ہو گئی یا مفہوم تک اس کی رسائی نہ ہو سکی۔ لیکن ان  
لوگوں کی خاطر جو عربی اور فارسی نہیں جانتے اس کا مطلب ذیل میں درج کئے دیتا ہوں۔  
۱- مصنف کی نقل کردہ پہلی آیت قرآن مجید میں یوں ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن هَذَا لَكُم  
بَلَاغٌ مِّنَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ** یعنی بلکہ اللہ اسان رکھتا ہے اوپر تمہارے یہ کہ ہدایت کی تم کو طرف  
ایمان کے (۱۶-۲۹)

۲- قبول رسالت کا معنی ہے بیعت کرنا۔ احکام ظاہری کے قبول کرنے پر۔

۳- قبول ولایت کا معنی ہے بیعت کرنا۔ احکام باطنی کے قبول کرنے پر۔

یعنی رسالت کا تعلق احکام ظاہری سے ہے اور ولایت کا تعلق احکام باطنی  
سے ہے۔ یہی تعلیم باطنیہ نے دی تھی یعنی احکام ظاہری اور باطنی کی تفریق  
جس سے شریعت اور طریقت میں تفریق پیدا ہو گئی اور امت میں تفرقہ

رونا ہو گیا۔

۴۔ رسالت محمدی کو قبول کرنا اسلام ہے۔ ولایت علی کو قبول کرنا ایمان ہے۔  
 ۵۔ اسے رسول اگر تو نے ایسا نہ کیا پس نہ پہنچا یا تو نے پیغام اُس (اللہ) کا (۵۷) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد تیری رسالت، مقدمہ ہے ولایت علی کا۔ اگر تو نے ولایت کی تبلیغ نہیں کی اور ولایت کی بیعت نہیں لی تو رسالت کی تبلیغ بالکل نہیں کی کیونکہ مقدمہ اگر ذی المقدمہ کے بغیر ہو تو اس کا وجود اور عدم دونوں مساوی ہیں۔

۶۔ رسالت اور ولایت کی حیثیت کو مد نظر رکھ کر اس حدیث سے نسبت دی گئی کہ اگر علی (پیدا) نہ ہوتا تو اے محمد میں تجھے (بھی) پیدا نہ کرنا۔  
 اس عبارت پر راقم الحروف کو بارائے تبصرہ ہے نہ حوصلہ تنقید صرف نہیں ہاتوں پر اکتفا کرتا ہے۔

۱۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ ولایت، نبوت سے افضل ہوتی ہے کیونکہ ایمان بہر حال افضل ہے اسلام سے۔

ب۔ جب تک ایک شخص ولایت علی پر ایمان نہ لائے، مومن نہیں ہو سکتا۔

ج۔ رسالت محمدی کی بذات خویش کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اور نہ مقصود بالذات ہے بلکہ وہ مقدمہ ہے ولایت علی کا اور اس لئے منطقی طور پر مقصود بالعرض سے

د۔ رسالت ذریعہ واسطہ ہے حصول مقصد کا اور وہ مقصد ہے اگر فتن بیعت ولایت

علی اور یہ بات محتاج ثبوت نہیں ہے کہ ذی واسطہ یا مقصد، واسطہ یا وسیلے سے افضل

ہوتا ہے اس لئے ولایت افضل ہے، رسالت سے یعنی صاحب ولایت افضل

ہے صاحب رسالت بالفاظ واضح تر حضرت علیؑ افضل ہیں حضرت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

۷۔ قرآن سے تو یہ معلوم ہے کہ بعثت رسول کا مقصد یہ ہے کہ وہ دین الحق (اسلام)

کو تمام ادیان عالم پر غالب کر دے۔ کما قال اللہ عز وجل هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ

بِاللَّهِ دِي وَرَبِّهِ الْعَلِيِّ لِبَطْنِهِ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ اللَّهُ وَهِيَ هِيَ حَسْبُ نَسَبِي  
اپنے رسول کو ساتھ ہدایت اور دین حق کے تاکہ وہ اس کو غالب کر دے سب  
دینوں پر۔

لیکن سلطان العارفين فرماتے ہیں کہ اللہ نے رسول کو اس لئے بھیجا کہ وہ حضرت  
علیؑ کی ولایت پر لوگوں سے بیعت لے اور اگر وہ ایسا نہیں کریگا تو اس کا وجود اور عدم  
دونوں برابر ہو جائیں گے۔

یہ وہ نکتہ ہے جس میں فہم سرگردان ہے اور عقل حیلان ہے۔

اگر اس جگہ یہ اعتراض کیا جائے کہ بَلَّغَ مَا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ مِنَ الذِّكْرِ إِنْ لَمْ تُفْعَلْ  
فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ کا ترجمہ تو یہ ہوگا کہ "اے رسول پہنچا دے (لوگوں کو) جو کچھ انرا گیا ہے  
تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو نے تو نہ پہنچایا پیغام اس کا اب  
نہ تو ان دونوں جملوں میں حضرت علیؑ کا اسم گرامی آیا ہے اور نہ سارے قرآن میں کہیں ان  
کا نام آیا ہے، نہ ان آیتوں سے پہلے ان کا تذکرہ ہے اور نہ ان کے بعد ان کا تذکرہ ہے۔  
پس اندریں صورت ان دو آیتوں سے حضرت علیؑ کا تعلق کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ تبلیغ کا  
مطلب تبلیغ ولایت و بیعت گرفتن ولایت علیؑ کیسے ہو سکتا ہے مَا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ  
کا مصداق تو قرآن ہے کیونکہ وہی آنحضرت پر ہوا اسطرح جبریل نازل ہوتا رہا۔ تو مطلب یہ ہوا  
لے اللہ کو بخوبی معلوم تھا کہ عبد اللہ بن سبأ، اسلام میں شخصیت پرستی کا فتنہ پیدا کرے گا۔

اس لئے اس نے قرآن میں صرف ان دو آدھیوں کا ذکر ان کا نام لے کر کیا (ابولہب - ۲۔ زید) جن  
کے بارے میں اسے علم تھا کہ سبائی ان ناموں کو استعمال نہیں کریں گے اللہ نے اس باب میں اس  
قدرا احتیاط ملحوظ فرمایا کہ ثَنَانِي أَشْبَهِي إِذْ هَمَّ قِي الْعَارِدِ كِيَارِ غَارِثِ كَيْ نَامِ يَرْتَجِعُ دِي۔ یعنی چھ  
الفاظ استعمال کئے گئے مگر ایک لفظ ابوبکرؓ نہ فرمایا لیکن یہ چھ الفاظ میں ایسے کہ سبائی بھی یہ کہنے پر  
مجبور ہیں کہ ثانی سے حضرت ابوبکرؓ ہی مراد ہیں ثانی کی تاثیر دیکھئے کہ صدیق اکبرؓ ہر بات میں ثانی  
ہیں چنانچہ اقبال مرحوم نے لکھا ہے۔

ہمت اوکشت ملت را چو ابر  
ثانی اسلام وغار بدر قوس

کہ قرآن لوگوں کو پنپا اور اسی قرآن کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔  
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہی معنی ہیں۔ لیکن سلطان اعدائین نے اس کے  
باطنی معنی بیان کئے ہیں جو صرف اہل السرائر پر منکشف ہوتے ہیں۔ صرفیوں اور نخبوں  
کی رسائی اس مقام تک نہیں ہو سکتی۔

باطنی معنی نکالنے کے لئے قرآن کے ظاہری الفاظ کی تاویل اس طریقے اور  
اس انداز سے کرنا کہ صرف، نحو، معانی، بیان، عقل اور خرد سب کا خاتمہ ہو جائے اور  
پڑھنے والا دائمی حیرت میں گم ہو جائے۔ باطنیہ کا سب سے بڑا احسان ہے۔ امت  
محمدی پر جس کا اندازہ یہ امت ابھی تک نہیں لگا سکی ہے یہ فتنہ رومی کے زمانے  
میں اپنے شباب کو پہنچ چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو اس طرح  
تنبہ کیا ہے۔

می کنی تاویل حریف بکر را خویش را تاویل کن نئے ذکر ما

میراجیال ہے کہ آیت زہر بخت کے جو معنی بر بیان الواصلین نے بیان کئے  
ہیں وہ رسول تو کیا خدا کے حاشیہ میخالی میں بھی نہیں آئے ہوں گے۔ شاید اقبال  
نے اسی قسم کی تاویلاتِ باطلہ کے نمونے دیکھ کر یہ قطعہ کہا ہوگا۔

زمن بر صوفی و ملا سلاے کہ پیغام خدا گفتہ مارا  
دلے تاویل شاں در حیرت انداخت خدا و جبریل و مصطفیٰ را

باطنیہ کی اسی تہ سبب کی بدولت صحیح اسلامی اقرآنی تصوف کی ساتویں  
صدی ہجری میں ایسی قلب ماہیت ہو چکی تھی کہ تصوف اور تشیع مترادف الفاظ  
بن گئے تھے۔ چنانچہ حیدر علی آملی صاحب تفسیر بحر الاسرار نے لکھا ہے۔

”تصوف طریقہ سمرقندی است و تصوف و تشیع یک معنی دارد“  
(ماخوذ از اصول تصوف مؤلفہ ڈاکٹر احسان اللہ استغری ص ۲۱)

یہی مؤلف ولایت کی بحث میں لکھتا ہے:-

”ولایت از آن خدا است و برآں این آیت شاہد است هَذَا لَكَ أَوْلَادٌ لِلَّهِ الْخَلْقِ



۱۰۵-۱۲۴) از خدا بخصیصہ و در این حقیقت جامعیت است، علی و فاطمہ با حضرت  
 قائم ثانی عشر، یک پایہ و در اسے یک پایہ اند چنانچہ رسول فرمود (۱) اول ما  
 خلق الله نوری (یا) انا و علی من نور واحد (شاعرے این حدیث را چنین  
 نظم کرده است) اصول تصوف مولفہ ڈاکٹر احسان اللہ اسفخری ص ۶۹  
 علی و مصطفیٰ پھر دو دیدہ ! زیک نور جلیل اند آفسیدہ

مقصود ان تصریحات سے یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں نقشبندی سلسلے کے  
 علاوہ جس قدر سلسلے سنیوں میں پائے جاتے ہیں سب میں کم و بیش یہی عقائد  
 مسلم اور مقبول ہیں سنی عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے خواص بھی حضرت علی کے بارے  
 میں یہی عقائد رکھتے ہیں بلکہ بوقت حاجت رسول کے بجائے انہی کو پکارتے ہیں  
 اور کیوں نہ پکاریں جب وہ اپنے بزرگان سلسلہ کی تصانیف میں یہ پڑھتے رہتے ہوں  
 کہ جنگ تبوک میں خود آنحضرت نے "مولا علی" کو پکارا مٹھا

اسی لئے عصر حاضر کے مصری محقق ڈاکٹر ذکی مبارک کہ یہ کہنے کا موقع مل سکا  
 والواقع ان الصلۃ بین التنبیخ والتصوف فعلی هو معبود الشیعۃ و امام الصوفیہ  
 (التصوف الاسلامی مولفہ ڈاکٹر ذکی مبارک جلد دوم ص ۲۳)

لہ مصنف نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ سراسر غلط ہے بلکہ قرآن پر ظلم عظیم ہے  
 مصنف اتنی عربی ضرور جانتا ہو گا کہ ولایۃ اور ولایۃ میں فرق کر سکے مگر اس نے دانستہ  
 تحریف منہوی سے کام لیا تاکہ وہ یہ کہ سکے کہ اس آیت کی رو سے ولایت از آن خداست  
 اس آیت کا یہ مطلب اور معنی سہر گز نہیں ہیں۔ ولائل یہ ہیں۔

(۱) آیت میں لفظ ولایۃ ہے نہ کہ ولایۃ اور ان دونوں لفظوں میں بہت فرق ہے۔  
 ولایۃ (ادارہ زبر کے ساتھ) کا معنی ہے نصرت یا مدد یا کارسالی۔ ولایۃ (داو کے نیچے زیر)  
 کا معنی ہے حکومت یا اقتدار یا ملک (دیکھو زعشری)

(۲) اس آیت کے سیاق و سباق سے ثابت ہے کہ یہاں ولایت مزعومہ و مفروضہ کا قطعاً  
 ذکر نہیں بلکہ بین قارئین کی آگاہی کے لئے اس بات کا اضافہ کرتا ہوں کہ پورے قرآن میں ولایت  
 باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

مزعومہ کا کہیں تذکرہ نہیں ہے۔ اللہ کو معلوم تھا کہ سبائی حضرت علیؑ سے ولایت کو منسوب کر کے انہیں رسول سے بھی بڑھادیں گے۔ اس لئے اللہ نے دو جگہ لفظ وَاٰبَاؤُہُمْ تو استعمال کیا ہے اور دیکھو ۲۰۸ مَا لَكُمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَلَا يَنْبَغُ لَهُمْ مِنْ نَسَبِيٍّ۔ الخ مگر لفظ وَاٰبَاؤُہُمْ کہیں استعمال نہیں کیا قرآن میں نہ کہیں لفظ علیؑ (اسم زوجہ فاطمہ) آیا ہے نہ لفظ ولایت آیا ہے اور نہ ولایت علیؑ کا کوئی تذکرہ ہے ہر مومن متقی اللہ کا ولی (دوست) ہے اور اللہ اس کا ولی (دوست) ہے۔ باز آدم بربر مطلب آیت زیر بحث سے پہلے اللہ نے دو آدمیوں کی مثال بفرض تذکیر بیان کی ہے جن میں سے ایک کو اللہ نے باغ اور دولت دی جس پر اس نے تکبر کیا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے اسے ان نعمتوں سے محروم کر دیا اس لئے کَبَا يَبْتَغِي لَمْ اَشْرِكْ بِوَالِدِيْ اَحَدًا پھر آگے آیت میں اللہ فرماتا ہے کہ کوئی طاقت اسے مار نہ دے سکی اور نہ وہ خود بدلے سکا۔ اس کے بعد یہ آیت ہے کہ هٰذَا لِكِ الْاُولٰٓئِئَةِ لِلّٰهِ الْحَقُّ یعنی حقیقت یہ ہے کہ حکمرانی، کار سازی اور نصرت پر ساری باتیں صرف اللہ کیلئے ثابت ہیں جو الحق یعنی سچا اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

اس بات کا کہیں خود ہی فیصلہ کریں کہ اس آیت کو سبائیوں کی جو ہونہ ولایت سے کیا تعلق ہے لیکن اس فرقے نے باطنی مفہوم مستخرج کرنے کے لئے پہلے تاویل کا دروازہ کھولا۔ پھر تاویل کے ذریعے سے پورے قرآن کو یا بچہ اطفال بنا دیا۔ اس کی مثالیں سبائیر باطنیہ قرا مطہ کے لٹریچر سے بھائی مل سکتی ہیں تفصیل کے لئے دیکھو قواعد آل محمد (باطنیہ) تالیف محمد بن حسن الایلمی بیانی زمانہ تصنیف ششتر ۱۸۱۱ء مثلاً طہارة سے مراد ہے مذہب باطنی کے علاوہ ہر مذہب سے برآء نزلے سے مراد ہے علم باطن کے نطفے کو کسی ایسی ہستی کی طرف منتقل کرنا جو عمد میں منتریک نہ ہو۔ رونے سے مراد ہے افشائے راز سے پرہیز کرنا۔ نماز سے مراد ہے امام وقت کی طرف لوگوں کو دعوت دینا۔ تیمم سے مراد ہے مازوں سے علم حاصل کرنا۔ حج سے مراد ہے اس علم کا طلب کرنا جو منزل مقصود ہے۔ زکوٰۃ سے مراد ہے اہل استعداد میں اشاعت علم کرنا؟

(منقول از تاریخ دعوت و عزیمت مؤلف مولانا ابوالحسن علی ندوی ص ۱۰۸)

# باطنیہ کے اثرات تصوف پر

اب نامرین خود غویہ کر لیں کہ جن لوگوں (باطنیہ) نے قرآن کے ساتھ یہ تلمبہ لکھی (کیا، انہیں اسلامی تصوف کو کفر و شرک کا ملعوبہ بنا دینے میں کیا تاثر ہو سکتا تھا۔ ان کو تو اہل سنت کو گمراہ کرنا تھا چونکہ تصوف کی راہ سے گمراہی کی اشاعت آسان ترین تھی اور کامیابی یقینی تھی اس لئے انہوں نے اسلامی تصوف ہی کو خاص طور سے ہدفِ تلمبہس و تلمیس و تحریف بنایا اور جھوٹی روایتوں کو سنی صوفیوں کے دماغوں میں اس طرح جاگزیں کر دیا کہ اکثر نے انہیں بلا تحقیق قبول کر لیا اور ان روایتوں کے زیر اثر اکثر صوفیوں کے عقیدے، اہل سنت کے سلسلہ عقائد سے مختلف ہو گئے بلکہ وہ بعض عقائد میں بائبل کے ہمنوا ہو گئے۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں (واللہ المستعان)

۱) عز الدین محمود بن علی کاشانی متوفی ۳۵۰ھ نے تصوف میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ہے ”مِصْبَاہُ اللّٰہِ اَیۡۃٌ وَ مِفْتَاحُ الْکَلْبِیۡۃِ“ اس کو پروفیسر جلال الدین بہائی کے مقدمے اور تعلیقات کے ساتھ، کتاب خانہ عثمانی نے طہران سے شائع کیا ہے۔ پروفیسر مذکور نے اپنے مقدمے کا آغاز اپنی مخصوص ذہنیت کی بناء پر بِرِیۡسِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بجائے بنام خداوند بخشنده بختائش گمراہان سے کیا ہے، حالانکہ ہر عالم جانتا ہے کہ لفظ ”خداوند“ اللہ کے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا۔

چونکہ کاشانی نے یہ کتاب شیخ شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف کو سامنے رکھ کر لکھی ہے اس لئے بعض لوگوں کو یہ مفاسد لاحق ہو گیا کہ یہ کتاب اس کا ترجمہ ہے چنانچہ نوکشوری نسخے میں اسے ترجمہ ہی لکھا گیا ہے۔

چونکہ کاشانی باطن شیعہ ہے (جیسا کہ آگے چل کر واضح کروں گا) اس لئے مقدمہ نگار

نے اس کی خدمت میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے چنانچہ پروفیسر سہانی اپنے مقدمے میں خود لکھتا ہے :-

۱۔ وہ ہر جگہ آلِ محمد پر صلوات کو، محمد پر صلوات کی روایت قرار دیتا ہے۔ مثلاً دیکھو وہ اپنے

بعد از طعام ص ۲۶ الحمد لله الذی اطعمنا هذا اور ذقناہ من

غیر حولیٰ من اللہ صل علی محمد و آل محمد (انسلمی بلفظ ص ۲۶)

ب۔ آیت بخاری کے بارے میں وہ شیعہ کی طرح یہ روایت کرتا ہے کہ علی علیہ السلام کے علاوہ کسی نے اس آیت پر عمل نہیں کیا اور اس طرح موافق منافق سے متنازع ہو گیا

ص ۲۲

ج۔ ایک جگہ وہ یہ بات بھی نقل کرتا ہے کہ علی علیہ السلام نے عمر کو نصیحت کی تھی ص ۲۶

د۔ وہ علی علیہ السلام کو دوسرے صحابہ پر ترجیح و تفضیل دیتا ہے اور اپنے باطن میں

ان کو تمام صحابہ سے زیادہ ودست رکھتا ہے لیکن اس کے اظہار کو واجب نہیں

جاتا ص ۲۵

مقتبس از مقدمہ ص ۲۲، ۲۵، ۲۷

پروفیسر سہانی کی یہ تصریحات میرے دعوے کے اثبات کے لئے بالکل کافی ہیں کہ کاشانی باطن شیعہ بنے تاہم اس نے ص ۲۶ پر جو غلط بیانی کی ہے اسے نقل کرنے کے بعد اس کی تردید کرنی مناسب ہے تاکہ جو سنی اسکی کتاب میں یہ عبارت پڑھیں وہ گمراہی سے محفوظ رہ سکیں۔

مصنف نے ازراہ تفسیر ص ۲۶ پر یہ لکھا ہے کہ مومن حقیقی اس بات کو رد نہیں رکھ

سکتا کہ اصحاب رسول پر قدح کرے کیونکہ انہوں نے رسول کی محبت میں مہاجریت کی

اقارب سے جدائی اختیار کی اور اپنے اموال رسول کے مبارک قدموں پر نثار کئے ص ۲۶

اگرچہ کاشانی نے اس عبارت میں حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق اعظم اور عثمان

غنیؓ کا نام لے کر تذکرہ نہیں کیا ہے تاہم اس عبارت سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ اس کا

لکھنے والا شارح صحابہ رسول نہیں ہے مگر اس فضلِ نعم کا آخری جملہ ایسا ہے جس سے

صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس کا لکھنے والا اہل سنت و الجماعت میں سے نہیں ہے۔

”پس عقیدہ صحیحہ سلیمہ یہ ہے کہ  
اور سب صحابہؓ کو دوسرے رکھے اور ان میں ایک کو دوسرے پر ترجیح و تفضیل سے اپنے  
آپ کو رکھے۔

ب۔ اگر اس کے باطن میں فضیلت کی بنا پر کسی صحابی کی محبت راجح ہو جائے تو اس  
کو پوشیدہ رکھے، کیونکہ اس پر اس کا اظہار واجب نہیں ہے۔

ج۔ اس مشاجرت کے باب میں جو امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان  
واقع ہوئی، ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ علی علیہ السلام اجتہادِ خلافت میں محقق اور  
مصیب تھے اور امِ خلافت کی مباشرت کے لئے مستحق اور متعین تھے جبکہ معاویہ

غضلی اور مبطل اور مذنب اور غیر مستحق تھے **مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَمَا لَمَّا كُنَّا فِي بَيْتِ النَّبِيِّ**  
**جَلَدَ وَلِيًّا مَرْتِنًا** اس عبارت میں کاشانی اپنی اصلی شکل میں نمودار ہو گیا ہے، اس گمراہ کا  
شروع ہی سے یہ طریقہ رہا ہے کہ جس صورت سے اور جس طرح ہو کے اہل سنت کو  
گمراہ کیا جائے۔

واضح ہو کہ یہ عقاید اہل سنت کے ہرگز نہیں ہیں۔ کاشانی نے ایک صوفی کے  
لباس میں اہل سنت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذیل میں اہل سنت کا عقیدہ  
صحیحہ سلیمہ درج کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو رہا ہوں۔

۱۱۔ پہلی صدی ہجری سے تا انیدم تمام اہل سنت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ یہ رہا ہے  
کہ حضرت ابو بکرؓ تمام صحابہ میں افضل و اکمل و اتقی ہیں، بلکہ انبیاء کے بعد تمام روتے  
زمین کے انسانوں سے افضل ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱۰۔ امام فخر الدین رازی، کتاب الاربعین میں ص ۴۷ پر لکھتے ہیں مذہب اصحابنا  
ان افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هو ابو بکر رضی اللہ عنہ  
یعنی اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکرؓ  
انسانوں میں افضل ہیں۔

(ب) امام نجم الدین النسفی، عقائد النسفی میں لکھتے ہیں ”ہمارے نبی کے بعد تمام

انسانوں میں ابو بکرؓ افضل ہیں اور ان کے بعد عمر فاروقؓ (آنکر بڑی ترجمہ شرح عقائد ص ۱۲۱)

درج الام کمال العین بن العاص، آداب المرآة میں ص ۳۱۳ پر لکھتے ہیں: "سماجہ ارا بد یعنی الخلفاء کی فضیلت، علی حسب ترتیب فی الخلافۃ یہ ہے کہ پہلے ابو بکرؓ پھر عمرؓ، نیز ص ۳۱۲ پر لکھتے ہیں کہ صحیح البخاری میں محمد بن الحنفیہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ تکلی سے سنا: "ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؛ فقال ابو بکر" یعنی رسول اللہ کے بعد انسانوں میں کون افضل ہے؟ انہوں نے جواب دیا ابو بکرؓ۔"

(د) مولانا محمد ادریس کاندھلوی، عقائد اسلام میں ص ۱۲۱ پر لکھتے ہیں: "تمام اہل حق، اس پر اجماع ہے کہ یزیدیں کے بعد تمام انسانوں میں افضل اور بہتر اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ پھر ص ۱۲۱ پر لکھتے ہیں: "ام فریبی نے بسنہ صحیح بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بعض لوگ مجھے ابو بکرؓ اور عمرؓ پر فضیلت دیتے ہیں۔ میں جسے فضیلت دینے والا ہوں گا تو وہ مغز ہی ہے اور اسے وہی مزا دوں گا جو مغز ہی کی ہے۔"

بحوف طوالت صرف ان پندرہ شہادتوں پر انکفارتا ہوں جو لوگ اس مسئلے کی تفصیل کے آرزو مند ہوں وہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور فرقۃ العینین فی فضیلت الشیخینؓ مولفہ حضرت شاہ ولی اللہ کا مطالعہ کر لیں۔ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ پہلی صدی سے اس وقت تک تمام اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ پھر میں ایک غیر مسلم سرولیم میٹور کی شہادت درج کرنا ہوں تاکہ قارئین کو یہ معلوم ہو جائے کہ دراصل فضیلت وہ ہے جس پر اعتدالی گواہی دینے پر مجبور ہوں۔

ولیم میٹور اپنی تالیف "الخلافۃ" میں لکھتا ہے:-

۱۔ پیغمبر اسلام کی سچائی پر ایمان ابو بکرؓ کی طبیعت و ثنائیت بن گیا تھا اور اب جبکہ ان کے مرشدؐ کی وفات ہو چکی تھی، مرید نے اپنی زندگی ان کی آرزو کی تکمیل کے لئے وقف کر دی یہی جذبہ فدویت تھا جس نے ابو بکرؓ کی نرم اور مصالحت نواز فطرت میں اس قدر ہمت پیدا کر دی اور انہیں محمد (صلعم) کے تمام متبعین صحابہ میں سب سے زیادہ سچا، سب سے ثابت قدم اور سب سے زیادہ ثابت العزم بنا دیا۔ ۱۱۷

اب ابو بکرؓ کے دل میں ذاتی اعزاز کے حصول کی مطلق آرزو نہ تھی، اگرچہ انہیں اقتدار اعلیٰ حاصل تھا لیکن انہوں نے اس اقتدار کو اسلام اور مسلمانوں کی بہبود کے لئے استعمال کیا، لیکن ان کی طاقت اور سطوت کا سب سے بڑا راز صداقت رسولؐ پر ایمان محکم میں مضمر تھا چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے خلیفۃ اللہ مت کہو۔ میں تو محض خلیفۃ رسول ہوں۔ زندگی بھر ان کے سامنے صرف ایک ہی سوال رہا، یعنی اس معاملے میں نبی نے کیا حکم دیا تھا یا یہ خود اس معاملے میں کیا کرتے؟

ساری عمر انہوں نے اس اصول سے بال برابر انحراف نہیں کیا۔ اسی جذبہ ثنائیت کی بدولت انہوں نے فتنہ ازمداد کا ایسی کامیابی سے قلع و قمع کر دیا، اگرچہ ان کا عہد حکومت مختصر تھا مگر محمد (صلعم) کے بعد تمام صحابہ میں ابو بکرؓ سے بڑھ کر کوئی شخص اسلام کا محسن نہیں ہے۔

چونکہ پیغمبر اسلام پر ان کا ایمان راسخ بذات خود محمد (صلعم) کی سچائی کی زبردست دلیل ہے، اس لئے میں نے ان کی زندگی اور سیرت کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے اگر محمد (صلعم) اپنے دعوے میں سچے نہ ہوتے تو وہ کبھی ہرگز ابو بکرؓ جیسے دانشور اور جسٹس عقل و خرد انسان کی رفاقت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ ۱۱۸

میں نے بھی بیوٹر کی کتاب سے یہ دو اقتباسات اس لئے تفصیل کے ساتھ نقل کر دیئے ہیں کہ قارئین یہ اندازہ کر سکیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی زندگی اور سیرت دونوں اس قدر شاندار اور بے پاکیزہ اور بے عیب ہیں کہ ایک غیر مسلم بھی جو نہ اسلام کا دوست

ہے۔ نہ مسلمانوں کا خیر خواہ ہے، ان کی تعریف و تحسین پر مجبور ہے بلکہ انہیں تمام صحابہ میں سب سے زیادہ مخلص، سب سے زیادہ راست باز، سب سے زیادہ ثابت قدم قرار دیتا ہے! انہیں اور رسول اسلام کا سب سے بڑا محسن سمجھتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ انہیں تمام صحابہ میں سرکارِ دو عالم صلعم کا سب سے بڑا فدائی، سب سے بڑا عاتق اور سب سے بڑا تتبع یقین کرتا ہے۔ بالفاظِ دیگر اہل سنت کی طرح انہیں تمام صحابہ میں افضل اور اکمل جانتا ہے اور ان سب باتوں سے بلند تر بات یہ ہے کہ ابو بکرؓ کے ایمان اور خلوص کو خود ان کے آقا اور مولیٰ صلعم کی صداقت کی دلیل گردانتا ہے۔

شاید ہی کسی غیر مسلم نے سیور سے بڑھ کر صدیق اکبرؓ کے مقام رفیع کو پہچانا ہو۔ میں نے بدلائل عقلیہ و شواہد نقلیہ یہ بات واضح کر دی کہ کاشانی نے جو یہ بات لکھی ہے کہ صحابہؓ میں کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے، سرسرگراہی اور بطالت ہے اور اہل سنت کے اجماعی عقیدے کے خلاف ہے، اسی ایک بات سے ثابت ہو گیا کہ کاشانی اہل سنت و الجماعت سے کوئی متعلق نہیں رکھتا۔ علام الغیوب تو صرف خدا ہے ہم تو خدا ہر ہی پر حکم لگا سکتے ہیں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(۲) پھر کتاب ہے کہ اگر کسی صحابی کی محبت راجح ہو جائے تو اسے پوشیدہ رکھے۔ یہ بات کہہ کر اس نے اپنے آپ کو بالکل ظاہر کر دیا۔ اپنے عقائد کو چھپانا اور پوشیدہ رکھنا یہ ہرگز اہل سنت کا مسلک نہیں ہے بلکہ سائبہ اور باطنیہ کا مذہب ہے۔

(۳) اس نے حضرت معاویہؓ کی شان میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ اہل سنت استعمال نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہی لوگ لکھ سکتے ہیں جن کے قلوب میں زینغ اور کذب راسخ ہو چکا ہے۔ علاوہ بریں اس نے ہر جگہ حضراتِ علیؓ، حسنؓ و حسینؓ کیلئے علیہ السلام کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سنی نہیں تھا کیونکہ تمام اہل سنت کا یہ طریق ہے کہ وہ انبیاء کے لئے علیہ السلام اور صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کاشانی نے اپنی صحابہ دشمنی کا یہاں تک ثبوت دیا ہے کہ اس نے جنید اور یزید کے نام کے آگے رحمتہ اللہ علیہ لکھا ہے۔ مگر حضرت معاویہؓ



کے نام کے آگے کچھ نہیں لکھا اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ وہ کس طائفے سے تعلق رکھتا ہے۔

(۲) اس نے ص ۲۷ پر لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کو زہد و دس اختیار کرنے کی تلقین کی تھی۔ یہ روایت نقلاً اور عقلاً دونوں طرح غلط اور وضعی ہے۔ نقلاً اس لئے کہ کاشانی نے اس روایت کی سند بیان نہیں کی اور عقلاً اس لئے کہ حضرت عمرؓ اس قدر زاہد اور متورع تھے کہ وہ خود حضرت کے لئے اسوۂ حسنہ تھے چونکہ مؤثر نہ ایک نازک امر ہے اس لئے یہیں قلم روکتا ہوں ورنہ اس پر ایک مقالہ لکھا جاسکتا ہے۔

الحمد للہ میں نے بشواہد و دلائل ثابت کر دیا کہ کاشانی نے صوفی بن کر جاہل اور عالم دونوں قسم کے شیعوں کو گمراہ کرنے کا پورا پورا سامان اپنی کتاب میں جمع کر دیا ہے بقول پروفیسر سہانی مقدمہ نگار وہ شیعہ تفضیلیہ تھا اور میری رائے میں وہ شیعہ تھا اس نے تفتیح اختیار کر کے صوفیوں کا لباس پہنا اور اس کتاب نے پورے میں اہل سنت کے دماغوں میں خلاف اسلام عقائد جاگزیں کر دیئے اور چونکہ صوفیوں میں اسلاف کی کتابوں یا ان کے مقولوں پر تنقید خلاف ادب یقین کی جاتی ہے اس لئے اس قسم کے غلط عقائد اور بے سند قصے ہمارے یہاں صدیوں سے مقبول اور مسلم چلے آ رہے ہیں۔ کاشانی نے اس کتاب میں ایک روایت ایسی درج کی ہے جس کی چاشنی سے قارئین کو محروم رکھنا مناسب معلوم نہیں ہوتا لیکن میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا اس لئے کہ تراکت روایت تباہ تبصرہ نثار دہاں مجبوراً ترجمہ کئے دیتا ہوں۔

”چنانکہ رسیدہ است کہ وقتے حسین بن علیؑ نے اپنے باپ سے پوچھا کیا آپ مجھ سے محبت رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں پھر حسین نے پوچھا کیا آپ اللہ سے محبت رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ یہ سن کر حسین نے کہا یہ بات قلب و اندیس روایتیں تو جمع نہیں ہو سکتیں۔ یہ سن کر حضرت علیؑ روتے لگے اس وقتے حسینؑ نے کہا اے باپ اگر آپ کو میرے قتل اور اپنے ایمان

کے ترک میں اختیار دیا جائے تو آپ کس کو اختیار کریں گے؟ حضرت علی نے کہا میں ترک ایمان پر قتل کو اختیار کروں گا یہ سن کر حسین نے کہا: خوش ہو جائیے، اے باپ کیونکہ وہ جنت ہے اور یہ شفقّت ہے۔“

پروفیسر بھائی نے اس روایت کی تضعیف یا تردید تو نہیں کی ہے مگر حاشیے میں اتنا ضرور لکھ دیا ہے کہ ”ماخذ ایس روایت معلوم نیست۔“ ص ۲۰۵

اب پروفیسر بھائی کو کون بتائے کہ اللہ کے بندے! اس کتاب میں بہت سی روایات ایسی مندرج ہیں جن کا ماخذ نہ معلوم ہے اور نہ کبھی معلوم ہو سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب کسی صاحب اسرار کی صحبت اختیار کریں تو یہ باطنی علوم شاید ان پر نیکشف ہو جائیں۔

کاشانی کی کتاب کے بعد اب ہم ناظرین کو حضرت مولانا محمد عثمان انصاری نقشبندی جاندہ صریٰ کی تصنیف محبت باری کی سیر کرانے میں مصنف کتاب نے جیسا کہ اس کے مترجم مولوی محمد سلیمان صاحب گیلانی نے عرض مترجم میں لکھا ہے سب سے پہلے حضرت شیخ جلال الدین قضا میری سے قادری سلسلے میں بیعت کی تھی۔ پھر خواجہ محمد اسحق سے نقشبندی طریق کی اجازت حاصل کی۔ اسخری دور حضرت خواجہ باقی باللہ متوفی ۱۰۱۲ھ کی خدمت میں گذارا۔ یعنی خواجہ محمد عثمان، حضرت مجدد اہل تمانی کے پیر بھائی تھے اور غالباً گیارہویں صدی ہجری کے نصف اول میں فوت ہوئے۔ اس سے زیادہ ان کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ص ۱۵

فاضل مترجم طریقت اور شریعت دونوں کے جامع ہیں انہوں نے اس کتاب میں جس قدر ضعیف احادیث اور غلط روایات درج ہیں سب کی نشاندہی کی ہے۔ اسلامی تصوف میں غیر اسلامی غفائے کی جو آمیزش ہو گئی ہے اس پر ان کا تبصرہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ کیونکہ اس سے میرے دعوے کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔

”قصہ مختصراً سبکل تصوف میں منکر کی آمیزش ہو چکی ہے۔ طالب کو لازم ہے کہ صوفیہ کی اچھی باتوں کو حاصل کرے، غلط باتوں کو چھوڑ دے۔ اصل دین (اہل تصوف کی

کتابیں نہیں بلکہ) کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے۔ صوفیہ کے جو اقوال کتاب سنت کے مطابق ہوں ان کو قبول کر لیا جائے اور جو ان کے خلاف ہوں انہیں چھوڑ دیا جائے۔ محمدین میں تین قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو جمع حدیث میں بھی امام ہیں۔ اور راویوں پر تنقید میں بھی امام ہیں۔ دوسرے وہ جو جمع حدیث میں تو امام ہیں مگر تنقید میں دسترس نہیں رکھتے تیسرے وہ جو جمع حدیث میں امام نہیں مگر نقد روایت میں امام (ماہر) ہیں۔ لیکن صوفیاء میں سے کوئی بھی ان فنون یعنی فن جرح و تعدیل یا فن نقد و تبصرہ یا فن اسما الرجال کا درمیان نہیں ہے۔ انتہائی عقیدت کے باوجود جب ہم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب غینۃ الطالبین کو دیکھتے ہیں تو اس میں بھی کافی ضعیف روایات دیکھنے میں آتی ہیں اور بعض موضوع روایات بھی اس میں آگئی ہیں اسی طرح مکتوبات میں بھی کئی ایسی ضعیف روایات آگئی ہیں جن سے محمدین کے کان تک نا آشنا ہیں۔

کچھ اسی طرح کی کیفیت زیر نظر کتاب مجتہد الہیؒ کی بھی ہے جہاں تک روایات و احادیث کا تعلق ہے اس میں بہت کم صحیح احادیث پائی گئی ہیں۔ بعض احادیث مندرجہ کتاب ضعیف میں اور ایک اچھی خاصی تعداد موضوع روایات کی بھی موجود ہے۔

مجتہد الہیؒ میں جس قدر ضعیف اور موضوع روایات درج ہیں ان میں سے بعض پر فاضل مترجم نے ضمیمہ متعلقہ کتاب مجتہد کے ذیل میں مفصل تنقید کی ہے یعنی پڑھنے والوں

۱۷۔ مجھے بڑی سرت ہوئی کہ فاضل مترجم کثر اللہ شکر نے اخلاقی جہالت سے کام لے کر یہ سچی بات بلا خوف و ہمت لٹم و لٹگاف لفظوں میں درج کتاب کر دی۔ میں بھی بائیس سال تک (۱۹۶۷-۱۹۶۸) کتب تصوف کا مطالعہ کرنے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کشف المحجوب اور اس کے مصنف دونوں کی عظمت سلب ہے مگر اس میں بھی ضعیف روایات موجود ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ صوفیادار باب حال تو بخیر مگر محدث اور نقاد و راہ نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن جوزی نے اکثر صوفیاء پر تنقید کی ہے۔ ۱۸۔ میں جسے جھوٹی روایت کہتا ہوں محدثین اپنی اصطلاح میں اسے موضوع کہتے ہیں اور اس کا درجہ ضعیف روایات سے بہت پرست ہے یعنی قطعاً ناقابل قبول۔

کو گمراہی سے بچانے کا پورا انتظام کر دیا ہے (جزاۃ اللہ احسن الجزا ) میں یہ پورا قصیمہ تو نقل نہیں کر سکتا۔ صرف ایک بھوئی ٹوٹا پران کی تنقید جذباتِ منونیت کے ساتھ درج کئے دیتا ہوں۔ فاضل مترجم اور ناقد ص ۲۹ پر لکھتے ہیں۔

کتاب ہذا کے صفحہ ۳۰۶ پر ایک منظوم حکایت بیان کی گئی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ لیکن جس طرح آپ کی شفقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ یا جس طرح کا انداز اختیار کیا ہے وہ قطعاً صحیح نہیں ہے اس میں کئی ایک چیزیں خلاف شریعت آگئی ہیں۔ اس منظوم حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تمام رات نماز پڑھا کرتے تھے اور امت کی سفارش میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک رات آپ کو نیند آگئی۔ خدا کی طرف سے وحی آئی کہ آپ کو سونا نہیں چاہئے تھا۔ اس جرم کی سزا آپ کو یہ دی جائے گی کہ آپ کی تمام امت کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ یہ سن کر آپ شہر سے باہر تشریف لے گئے اور جب تین دن گذر گئے تو صحابہؓ کو تشویش ہوئی۔ جا کر حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے ہیں؟ آپ نے وحی آنے کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اس کے بعد آپ گھر تشریف نہیں لائے۔ صحابہؓ تلاش کے لئے مدینہ سے باہر نکلے۔ ایک چرواہا اہلا اس سے پوچھا کہ کہیں ہمارے رسولؐ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا آج تین دن گذر چکے ہیں۔ میری بکریاں گھاس نہیں چرتیں۔ اس پہاڑ کی طرف منہ کر کے کھڑی رہتی ہیں۔ جہاں سے نہایت دردناک آوازیں آتی رہتی ہیں۔ یہ سنتے ہی صحابہؓ اس پہاڑ کی طرف دوڑے۔ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجود میں پڑے ہوئے تھے۔ آنسوؤں سے زمین پر کچھیر ہو گئی تھی اور آپ کا چہرہ اس میں لٹ پٹ تھا اور آپ رو رو کر امت کی بخشش کی دعا میں کہہ رہے تھے چاروں خلفائے علی الترتیب عرض کی کہ آپ سجدے سے سر اٹھائیے۔ ہم نے اپنی تمام زندگی کے نیک اعمال آپ کی امت کی ربانی کے لئے بخش دیئے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ بھی کہا کہ میں نے جو قرآن جمع کیا ہے اس کا ثواب بھی آپ کی امت کو بخشا ہوں۔ مگر آپ نے چاروں خلفاء کو ایک ہی جواب دیا کہ اس سے میرا کام نہیں چل سکتا۔ جب خدا کی طرف سے حکم

آچکا ہے کہ میں تیرمی امت کے تمام افراد کو دوزخ میں ڈال دوں گا تو تمہاری باتوں پر کس طرح اعتبار کر سکتا ہوں جب صحابہؓ مایوس ہو گئے تو ایک آدمی کو حضرت فاطمہؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ وہ دوڑتی ہوئی آئی اور انہوں نے آنحضرت سے عرض کی کہ آپ گھر تشریف لے چلیں۔ میں اپنی زندگی کے تمام اعمال آپ کی امت پر شاہ کرنے ہوں۔ آپ نے حضرت فاطمہ کو بھی وہی جواب دیا جب وہ آپ سے مایوس ہو گئیں تو انہوں نے اپنا سر برہنہ کیا اور مسجد سے میں گر گئیں اور درودِ کریم سے دعائیں کرنے لگیں۔ بھڑکی دیر کے بعد جبریل تشریف لائے اور خدا کی طرف سے آنحضرت کو امت کی بخشش کی خوشخبری سنائی اور کہا کہ خدا نے فاطمہؓ کے آنسوؤں کی لاج رکھ لی اور آپ کی امت کو بخش دیا۔ گیا۔ حضرت فاطمہؓ نے صرف آپ کی امت کے لئے سفارش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر فاطمہؓ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے سفارش کرنیں تو میں تمام دنیا کو بخش دیتا۔ اس کے بعد حضورؐ مع تمام صحابہؓ خوش خوش گھر تشریف لے آئے۔“

اس منظوم حکایت کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد فاضل تترجم نے یہ تبصرہ کیا ہے۔  
 اس حکایت میں خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں (و آپ نے تم رات کبھی جاگ کر نہیں گذاری بلکہ آپ فرمایا آدھی رات سویا کرتے تھے اور آدھی رات قیام فرمایا کرتے تھے کیونکہ سورہ منزل میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ آپ رات کے کچھ حصے میں سویا کریں اور آدھی رات کے بعد اٹھ کر قرآن پڑھا کریں۔ غور کیجئے کیا آنحضرت اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی خلاف ورزی دیدہ و ناسندہ کر سکتے تھے؟

اب اس کے بعد یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سوئیں تو آنحضرتؐ اور ان کے جرم کی سزا ہے امت کو! اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

۱) حضرت عثمانؓ کا اپنے جمع قرآن کے عمل کو پیش کرنا بھی خلاف واقعہ ہے کیونکہ انہوں نے حضورؐ کی زندگی میں قرآن جمع ہی کب کیا تھا؟

۲) حضرت فاطمہؓ کا اپنے سر کو برہنہ کر کے مسجد سے میں گر پڑنا کہاں جائز ہے؟ حدیث

میں آیا ہے کہ جب تک کسی عسکت کا سر نہ کا رہتا ہے فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ کیا حضرت فاطمہؑ ایسا فعل کر سکتی تھیں جس پر خدا کے فرشتے لعنت کریں؟ اس کے علاوہ آل حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بالغ عورت کی ناز و دہلیے کے بغیر قبول نہیں ہو سکتی تو ان کا سجدہ کیسے قبول کر لیا گیا؟

۱۰۔ سبحان اللہ! کیا مقام ہے حضرت فاطمہؑ کا! رسول اللہ تو نین دن سے روزے رکھتے تھے۔ آپ کے آنسوؤں کی تو خدانے لاج نہ رکھی، لیکن فاطمہؑ کے آنسوؤں کی لاج لکھی گئی اور وہ بھی اس حیثیت سے کہ ان سے بھول ہو گئی جو صرف امت مسلمہ کی سفارش کی اگر وہ پوری دنیا کی سفارش کر دیتیں تو خدا تعالیٰ تمام دنیا کے کافروں اور مشرکوں کو بھی بخش دیتا۔ جل جلالہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نام زندگی اپنے مشرک باپ کی سفارش کرنے رہے مگر وہ نہ بخشا گیا۔ حضرت نوح نے اپنے مشرک بیٹے کی سفارش کی مگر قبول نہ ہوئی۔ خود آنحضرت صلعم نے عبد اللہ ابن ابی منافق کا جنازہ پڑھا یعنی دعائے مغفرت کی، مگر وہ نہ بخشا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اے رسول! اگر آپ اس کے لئے ستر مرتبہ استغفار کریں گے تو بھی میں اسے نہیں بخشوں گا۔

(۹) اس حکایت کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس حدیث کو امام محدثین نے قبول کیا ہے حالانکہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں اس حکایت کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔

(۱۰) تاہم بعضی لحاظ سے حضور کا اس طرح ایک دن بھی مدینے سے غائب رہنا ثابت نہیں ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں یہ سارا واقعہ بناوٹی معلوم ہوتا ہے جسے کسی رافضی نے حضرت فاطمہؑ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے بنایا ہے۔

(مقتبس از ضخیمہ محبت باری تعالیٰ ص ۲۹۲ تا ۲۹۹)

فاضل مترجم کی اس تنقید کے بعد مجھے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں

ہے، انہوں نے حقیقت پورے طور سے آشکار کر دی ہے۔ جزا اللہ خیراً  
اب ہم قلندروں کی محفل میں شرکت کرتے ہیں تاکہ اس جماعت کے علم قلندری  
سے استفادہ کر سکیں، اس کتاب کا نام ہے "تعلیمات قلندریہ" مؤلفہ شاہ محمد تقی جبر قلندری  
سجادہ نشین آستانہ کاظمیہ یہ کتاب ان مکتوبات پر مشتمل ہے جو اس سلسلے کے افراد نے  
اپنے مریدوں اور رشتہ داروں کو لکھے تھے۔

یہ مکتوبات غیر مستند اور غیر معتبر روایات سے معمور ہیں شیخ فرید الدین عطار  
نے اپنے تذکرۃ الاولیاء میں جہدِ کانتیں اُردوستانہیں سپردِ قلم کی ہیں۔ ان میں سے  
کسی کی سند نہیں لکھی۔ لوگوں نے ان غیر مستند داستانوں کو محض شیخ عطار کی شخصیت  
اور ان کی بزرگی کے پیش نظر قبول کر لیا یا ازراہ ادب سکوت اختیار کیا، اس طرح یہ مضرت  
رساں رسم حلقہ صوفیاء میں جاری ہو گئی۔ نہ کسی تذکرہ نویس نے اسناد کا التزام کیا اور  
نہ مرتب ملفوظات نے تحقیق کی زحمت گوارا کی۔ فقہی تقلید نے پہلے ہی سے ذوق تحقیق  
و تنقید کو مضمحل کر دیا تھا۔ یہی سہی کہ صوفیاء نے تقلید نے پوری کر دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ  
پوری قوم ذوق تحقیق سے بیگانہ ہو گئی۔ لیکن بے ناظرین وقار یمن میری اس حق پڑوہی  
اور راست بیانی سے چین بچیں ہوں اس لئے میں ان کے محبوب اور معتد علیہ شاعر کو اپنی  
صفائی میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

شیر مردوں سے ہوا ہمیشہ تحقیق تہی

رہ گئے صوفی و ظلا کے غلام اسے ساقی

یعنی اسے خدا! میری قوم میں صدیوں سے کوئی محقق پیدا نہیں ہوا۔ صرف

صوفیاء اور فقہاء کے غلام (مقلد) باقی رہ گئے ہیں۔

صرف ایک شعر اور سن لیجئے۔

حلقہ شوق میں وہ جرأت زندان کہاں

آہِ محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق!

صوفیوں کے مکتوبات ہوں یا ملفوظات اور صوفیاء کے تذکرے ہوں یا سوانح

حیات کسی میں اسناد کا التزام نظر نہیں آتا۔ بس نقل ہے کہ یہ تین لفظ بالکل کافی ہیں ان تین طلسمی الفاظ کے بعد آپ جو چاہیں لکھ دیں۔ قرآن، حدیث، تاریخ، سیرت اور عقل سلیم جس کی چاہیں تروید کر دیں۔ کوئی شخص آپ پر معترض نہیں ہوگا بلکہ یہ بھی دریافت نہیں کرے گا کہ اس روایت کی سند کیا ہے؟ اس سے پہلے اپنے دعوے پر بہت سے شواہد اور دلائل پیش کر چکا ہوں۔ ایک شاہد اسی تعلیمات و قلندریہ سے پیش کر کے تاریخین کی ضیافت یا تفریح طبع کا سامان مہیا کرتا ہوں۔ پہلے محمد کاظم قلندریہ کا کوروی کی علمی دستگاہ کا حال بیان کرتا ہوں۔ پھر ان کے مکتوب سے صرف ایک فقرہ نقل کروں گا۔

واضح ہو کہ عارف باللہ "شاہ محمد کاظم قلندریہ" میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے علم درسیہ اپنے زمانے کے بہترین علماء اور اساتذہ مثلاً ملا غلام نجی بہاری اور ملا محمد اللہ سندیلے سے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے ۱۲۳۱ھ میں وفات پائی۔

چونکہ اس مضمون کے نوے فی صد بڑھنے والے ان عاملوں کے علمی مقام سے ناواقف ہیں۔ اس لئے میں چند سطروں کے بارے میں لکھنی بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ واضح ہو کہ ملا غلام نجی بہاری اپنے زمانے کے بہت نام آور منطقی تھے انہوں نے میرزا بہار پر جو حاشیہ لکھا تھا وہ بقول سید سلیمان ندوی مرحوم۔ درس نظامیہ کی معراج ہے اور اسی لئے عرصہ دراز سے نصاب سے خارج ہو چکا ہے کہ اب اس کے بڑھانے والے "مفقود الخیر" ہو چکے ہیں۔

نوٹ کی بات یہ ہے کہ جب منطق اور کلام میں خدا ن مل سکا تو ملا بہاری مرحوم نے جنید وقت اور بایزید عصر حضرت اقدس میرزا مظہر جانجاناں شہید کے آستانے کی خاک کو طویٹے چشم بنایا تب کہیں جا کر محبوب حقیقی کا جلوہ نظر آیا بالکل سچ کا ہے انبال نے۔

مرا از منطق آید بوسے خامی      دلیل او، دلیل ناتمامی

در دہائے بستر اکتساب      دو بیت از پیر روی یاز جانی

اب رہے ملا محمد اللہ نور بھی اپنے زمانے کے مشہور منطقی تھے سند بلہ ضلع ہرنوٹی کے رہنے والے تھے حسن اتفاق دیکھئے کہ انہوں نے اور ان کے ہم عصر قاضی مبارک گویا موٹی



دونوں نے ستم العلوم کی مندرج لکھی اس کے دو حصے ہیں۔ تصورات اور تصدیقات۔  
 اول اللہ کی مندرج تصورات موسومہ قاضی مبارک اور اخوانہ کے مندرج تصدیقات موسومہ  
 حمد اللہ آج بھی درس نظامیہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اب ان کے  
 پڑھانے والے بھی خال خال ہی نہ گئے ہیں اور اگر پاکستان میں انگریزی کے اقتدار کا یہی عالم  
 رہا اور زوال کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، تو وہ دن دور نہیں ہے جب غلام بچگی کی  
 طرح قاضی اور حمد اللہ بھی نصاب سے خارج ہو جائیں گے۔

باز آدم برسر مطلب الحمد کا نظم کی علمی استعداد کا ناظرین کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا۔  
 یہ صاحب اپنے برادر حقیقی میر محمد قلندر کو ایک خط میں لکھتے ہیں "اگر اتفاق نشو و نما داری  
 ہزار بار وقت پاس آخر شب نما و صمت کنند لیکن بایں طور کہ بزرگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
 بصورت آفتاب بدست راست ایچی فقیرا بدست چپ تا خواندن در صورت زبیا قلندر محمد ہند مشہور"  
 یہ عارف باللہ اپنے بھائی کو نار علی "کا وظیفہ پڑھنے کی تلقین کر رہا ہے۔ یہ نار علی  
 کیا ہے؟ یہ داستان قبل ازیں لکھ چکا ہوں اور واضح کر چکا ہوں کہ ہم تنوک میں قطعاً کوئی  
 جنگ واقع نہیں ہوتی تھی لہذا جبریلہ کا آں حضرت صلعم کو یہ مفروضہ دعائلقین کرنا  
 کہ ناد علیاً مظہر العجایب الخ سر سرے بنیاد، بے اصل اور دروغ ہے۔ جنگ کا افسانہ اور  
 آنحضرت صلعم کا یہ دعا پڑھنا بالکل جھوٹ اور بہتان ہے لیکن اس عارف باللہ کو  
 مظہر علی شاہ کی طرح اتنا بھی معلوم نہیں کہ تنوک میں کوئی قتال نہیں ہوا تھا۔ وہ عارف  
 ہونے کے باوجود اس جعلی دعا کو اصلی سمجھ رہا ہے اور اپنے بھائی کو اس کے پڑھنے کی تلقین  
 کر رہا ہے چونکہ عارف باللہ ہے اس لئے کس میں ہمت ہے کہ اس کی تردید یا تکذیب  
 کر سکے! اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان عارفوں نے اپنی جہالت کی بدولت کتنے مسلمانوں کو  
 گمراہ کیا ہو گا۔

ان مکتوبات میں بہت سی روایات خلاف مشرع اور خلاف عقل درج ہیں۔ بل پر  
 جبر کر کے ایک روایت ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ شاہ تراب علی قلندر، سفیر شاہ اودھ، امیر  
 عاشق علی خاں بہادر کو لکھتے ہیں کہ نقل ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا ایک ہمسایہ

تھا جو ان کا پیر بھائی تھا یعنی خواجہ عثمان بارونی کا مرید تھا جب وہ مراٹو خواجہ صاحب جنازے کے ساتھ گئے اور دفن کے بعد اس کی قبر پر مراقب ہو گئے۔ غلط فہمی دیر کے بعد ان کا رنگ زرد ہو گیا مگر فوراً بحال ہو گیا۔ کسی نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ دفن کے فوراً بعد عذاب کے فرشتے ان کی قبر میں آن پہنچے مگر اسی وقت میرے سر میں آگئے اور فرشتوں کے منہ پر تھپڑ مار کر بولے کہ خبردار! اسے عذاب نہ دینا کیونکہ یہ میرا مرید ہے۔ فرشتوں کو (منجانب اللہ) حکم ہوا کہ خواجہ سے کہو کہ یہ شخص آپ (کی تعلیم) کے خلاف زندگی بسر کرتا رہا تھا خواجہ نے یہ سن کر کہ تم سچ کہتے ہو لیکن اس نے از زندگی میں (میرا دامن پکڑا تھا) خود را بہ پلید من بستہ است (خواجہ کا یہ جواب سن کر فرشتوں کو حکم ہوا کہ خواجہ کے مرید سے دستبردار ہو جاؤ، اسے خواجہ کے حوالے کر دو کیونکہ میں نے اسے خواجہ کو بخش دیا یہ طلسم ہو شر با لکھنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ پس بلا شبہ پیراں شافع مریدان خود می شوند۔ ۱۷۵

میں اس دروغ بے فروغ پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا صرف اتنا لکھوں گا کہ پیر وہ ہستی ہے جس کے سامنے خدا کی بھی کوئی ہستی نہیں ہے۔ اعوذ باللہ من ذلک الخواجا اگر تصوف اسی کا نام ہے اور پیروں کا یہی کام ہے تو ایسے تصوف اور ایسے پیروں سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔ یارب العالمین۔

قلندروں کے ان مکتوبات کے مطالعے سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ اس طائفے کا ہر فرد مائل بہ تشیع تھا بلکہ تفضیلی عقائد رکھتا تھا یہی وجہ ہے کہ دو سو صفحات کی اس کتاب میں کہیں حضرات صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ کا تذکرہ نہیں ہے حالانکہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرات شیخین تمام صحابہؓ سے افضل ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ عبدالرحمن قلندر لاہر پوری نے، مسعود علی قلندر آبادی کو جو خط لکھا ہے اس میں صاف لفظوں میں مرقوم ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے کیونکہ نبوت قید ہے اور ولایت آزادی ہے۔ چنانچہ مولوی رومی فرماتے ہیں۔

کیست مولیٰ؟ آنکہ آزادت کند      بند رقیقت ز پایت بر کند

زیر سبب پیغمبر باجتنہاد نام خویش و آن علی مولا نہاد (عج ۱۲۹ د)  
چونکہ مکتوب عبدالرحمن قلند مذکور کے اس گمراہ کن اقتباس سے اس کتاب کے پڑھنے  
والوں کے ذہنوں میں خلجان اور اضطراب پیدا ہونا یقینی ہے۔ اس لئے اس باب میں رفع  
اشتبہ اور ازالہ ضلالت کے لئے اہل سنت کا مسلک بیان کر دینا ضروری ہے۔

(۱) تمام محققین اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ نبوت بہر حال ولایت سے افضل ہے  
(۲) ولایت، تیسرے قرآنی اصطلاح ہے۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ ولایت کہیں مذکور نہیں  
(۳) ولایت علی کا عقیدہ سبائیدہ باطنیہ اسمعیلیہ فرامطہ کا وضع کردہ ہے۔ اسی فرقہ  
ضالانہ سے یہ عقیدہ بھی وضع کیا کہ الولاية افضل عن النبوة اور اسی طائفہ باطلہ نے  
یہ جملہ بعض صوفیاء کی تصانیف میں اپنی طرف سے داخل کر دیا۔ پھر صدیوں تک نقل  
و نقل ہوتے رہنے کی وجہ سے یہ عقیدہ بعض جاہل سنی صوفیوں میں خصوصاً غیر منشرع خانوادہ  
مثلاً شظاریہ، قلندریہ، اداریہ، روشنائیہ، رسول شائیہ وغیر ہم میں مقبول بلکہ مدار علیہ  
بن گیا۔ چونکہ صوفیاء بالعموم اور یہ طائفے بالخصوص علم حدیث، علم تاریخ اور سیرۃ النبی  
سے بیگانہ ہوتے ہیں اس لئے کسی صوفی نے رحمت تحقیق گوارا نہ کی اور رفتہ رفتہ بھوٹ  
سچ بن گیا۔

(۴) اقرار میں کی آگاہی کے لئے یہ وضاحت بھی کئے دیتا ہوں کہ قرآن کی رو سے  
ہر مومن ولی اللہ اللہ کا دوست ہے اور خود اللہ ہر مومن کا ولی (دوست) ہے۔ ولایت  
بمعنی دوستی ثمرہ ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ سجالانے  
کا یہی وجہ ہے کہ عقیدہ ولایت کا قرآن میں کہیں تذکرہ نہیں ہے اور نہ یہ کوئی منصب  
ہے جو کسی فرد سے مختص کیا گیا ہو جس طرح نبوت ایک منصب ہے جو ختم نبوت سے  
پہلے بعض افراد کو عطا کیا جاتا رہا ہے۔

(۵) ولایت کے لئے "نصب" مطلق نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی منصب ہی نہیں ہے  
اللہ جانتا تھا کہ باطل پرست ولایت علی کا عقیدہ باطلہ وضع کریں گے اور رسول اللہ  
کی رسالت کا مقصد یہ قرار دیں گے کہ اللہ نے انہیں لوگوں سے ولایت علی کی بیعت

لینے کے لئے مبعوث کیا تھا۔ اسی لئے اللہ نے سارے قرآن میں لفظ ولایت (داؤد کے زبیر کے ساتھ استعمال نہیں فرمایا: تاکہ ظلمت پرستوں کو قرآن سے کوئی سند نہ مل سکے۔

الحمد لله على ذلك من جملة الامور المنين

۶) انفارمین کی تسلی خاطر کے لئے وہ آیت قرآنی ذیل میں درج کرتا ہوں۔

اِنَّهُ وَاُولٰٓئِكَ سِنِّ اٰمَنُوْا يُخْرِجُوْهُمْ مِنْ اَنْتَلَمَّتْ اِلَيْهِ السُّوْرَةُ ۱۵۷-۲۰

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ (اس دوستی کا ثمرہ یہ ہے کہ اللہ انہیں (کفر و شرک و بدعات کی) تاریکیوں سے نکال کر (قرآن اور ہدایت کی) روشنی میں لے آتا ہے۔

۷) اللہ سے دوستی کرنے (درجہ ولایت پر فائز ہونے) کے لئے کسی واسطے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر مومن بلا واسطہ ولی اللہ بن جانا ہے اور اللہ اس کا ولی بن جانا ہے

۸) رومی کے اشعار کا وہ مطلب ہی نہیں ہے جو یہ فاضل قلند سمجھا ہے اور رومیؒ ایسی گمراہ کن بات کہہ سکتے ہیں۔ ان کی نشوونما میں اگر کوئی بات قرآن حکیم کے خلاف نظر آئے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ کسی باطنی کی کارستانی ہے یا کسی سبائی کی تہ سیس ہے۔

۹) مولوی رومی کہتے ہیں۔

کیست مولدا؟ آنکہ آزادت کند بندر زینت ز پابیت بر کند

چوں با آزادی نبوت ہادی است مومناں راز انبیاء آزادی است (دقت ششم)

مولدا (آقا یا ہادی) کون ہے؟ وہ ہے جو تجھے (کفر و شرک کی غلامی سے) آزاد کر دے اور غلامی کی زنجیر تیرے پاؤں سے دور کر دے چونکہ نبوت آزادی کی راہ دکھاتی ہے۔ اس لئے مومنوں کو انبیاء کی بدولت آزادی کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

اب فارغین خود غور کر لیں کہ مولوی رومی کیا کہہ رہے ہیں اور یہ لاسر پوری قلند کیا کہہ رہا ہے۔ رومی صاف لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ آزادی انسان کو نبوت کی بدولت حاصل ہوتی ہے لیکن قلند کہہ رہا ہے کہ ولایت کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ نبوت توقید ہے!

میری رائے میں فلندرنڈ کو یہ امر مفید رہے جب قلب و نظر میں زریعہ پیدا ہو جاتا ہے تو انسان ایسی ہی ہلکی ہلکی باتیں کیا کرتا ہے۔ یہ تو ثنوی ہے اگر بیا آدمی قرآن پڑھتا ہے تو اسے اس میں بھی ولایت ہی نظر آتی ہے۔

اگر فارمین میری اس تلخ گوئی کو برداشت کر لیں گے (کیونکہ سچ ہمیشہ تلخ ہوتا ہے) اور ٹھنڈے دل سے غور کریں گے تو وہ یقیناً مجھ سے متفق ہو جائیں گے کہ آج چودھویں صدی ہجری میں اہل سنت کی اکثریت کے عقائد میں مشرک و بدعت کی آمیزش کا سب سے بڑا سبب یہی غلط روایات ہیں جو صدیوں سے تصوف کی کتابوں میں راہ پاچکی ہیں اور بزرگوں سے منسوب ہو جانے کی وجہ سے شک و شبہ یا تنقید و تحقیق سے بالاتر ہو چکی ہیں۔

یہ شور تو ہر طرف برپا ہے اور یہ کلمہ تو ہر داعی اور ہر خطیب کی زبان پر ہے کہ مسلمان قرآن سے بیگانہ ہو چکے ہیں مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ اس بیگانگی کے اسباب کیا ہیں؟ اس کی وجہ میں بتائے دیتا ہوں اگر وہ ماخذ اور منبع کی نشاندہی کرنے کی غلطی کریں گے تو ان کی شہرت عزت اور ہر لغزینی ایک ہی نظریر کے بعد ختم ہو جائے گی اور چند روز کے بعد ان کی دکان بند ہو جائے گی جسے شک ہو وہ تجزیہ کر کے دیکھے۔ واللہ تعالیٰ ما اقول شہید نظام الغلوب مصنف شیخ نظام الدین چشتی اور نگ آبادی ہیں حضرت مصنف نے جہاں اور بہت سے اذکار درج کئے ہیں وہاں صرف یہ ذکر بھی لکھا ہے: "ذکر پنج فرقہ۔ جانب امین یا محمد، جانب السیر یا علی، جانب بالایا فاطمہ، و در پیش یا حسن، و در دل یا حسین۔" یہ عاجز اس ذکر کو پڑھ کر سخت حیران ہوا کہ شاہ صاحب نے یہ ذکر کیسے درج کر دیا یہ تو سرسرخلاف ارشاد خداوندی ہے اس لئے ناجائز بھی ہے اور مشرک بھی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ نبی اپنی ذات اقدس سے محض فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا كُنْتُمْ تُفْلِحُونَ ط

اور اللہ کا ذکر کثرت کرنا کہ تم فلاح پاؤ۔ پورا قرآن حکیم ذکر اللہ کی تاکید و تلقین سے بھرا ہوا ہے اللہ نے کسی جگہ بھی غیر اللہ کے ذکر کا حکم نہیں دیا ہے کیونکہ غیر اللہ میں تو کسی قسم کی بھی طاقت یا قوت نہیں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

”وَلَا تَسْتَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ إِذَا  
 مِنَ الظَّالِمِينَ فَإِن يُسْأَلُكَ اللَّهُ بِضُرِّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُسْأَلُكَ  
 بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ط يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مَن يَبَادِرُ هَذَا الْغَدْرُ  
 الْحَجِيمُ (۱۰-۱۰۶-۱۰۷)“

اے انسان! اللہ کے سوا کسی کو مت پکار۔ جو نہ تجھے نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان پہنچا  
 سکتا ہے۔ پس اگر تو غیر اللہ کو پکارے گا تو اسی وقت ظالموں میں سے ہو جائے گا اگر اللہ  
 تجھے کسی مصیبت میں گرفتار کر دے تو اللہ کے سوا کوئی انسان اس مصیبت کو دور نہیں  
 کر سکتا اور اگر اللہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی انسان اس کے فضل کو روک نہیں  
 کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ بھلائی پہنچاتا ہے اور وہ غفور اور رحیم ہے۔  
 سارا قرآن شرک کی مذمت اور توحید کی تلقین سے بھرا پڑا ہے۔ کلمہ طیبہ کا مطلب  
 ہی یہ ہے کہ پہلے غیر اللہ کی نفی کرو۔ پھر اللہ کا اثبات کرو۔ غیر اللہ میں کوئی قدرت یا طاقت  
 نہیں ہے۔ چنانچہ اکبر الہ آبادی لکھتے ہیں:-

جو غیر خدا کو ماننا ہو تو اور اکبر سبحانہ کہ وہ سماں ہی نہیں

تصوّف تو نام ہی ہے لوح دل سے نقش غیر کو مٹانے کا جو تصوّف غیر اللہ کے نام  
 کو دل میں جاگزیں کرنے کی ہدایت کرنا ہے وہ تصوّف نہیں ہے بلکہ مہلک گمراہی اور ضلالت ہے  
 یہ ذکر و بیخ فرقی وہی تلقین کر سکتا ہے جو غیر اللہ کو توفادریٰ تلقین کرنا ہو یعنی مشرک ہو اللہ تعالیٰ  
 نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے کا بھی حکم نہیں دیا تو دوسرے افراد کس شمار میں ہیں۔  
 اللہ ہی ہنر جاتا ہے کہ شاہ صاحب نے یہ ذکر جو دراصل شرک ہے کس طرح اپنی تصنیف

میں درج کر دیا۔ اس ذکر کی سند قرآن کے علاوہ کسی حدیث سے بھی نہیں مل سکتی اور مل بھی  
 کیسے سکتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے خلاف کوئی حکم کیسے دے سکتے ہیں؟

میں پورے یقین کے ساتھ لکھتا ہوں کہ غیر اللہ کے ذکر سے دل میں نور کے بجائے

ظلمت پیدا ہوگی اور ذرا کر اطمینان قلب سے محروم ہو جائے گا کیونکہ اللہ فرماتا ہے اَلَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ  
 وَظَنُّوا أَنَّهُم مُّطْمَئِنِّينَ أَعْمَالُهُمْ فِيهَا رَاسٌ مُّخْتَلِفٌ رَّاكِبٌ فَلا يَرْجِعُونَهَا حَتَّى تَحْمِلَ أَسْفِلُهَا  
 ذُرِّيَّتَهُمْ فِيهَا وَاللَّهُ لَظَلِيمٌ (۱۰۷-۱۰۸)“

(۵) سید سلامت علی شاہ قادری کی تصنیف موسومہ حقائق و معارف القدر کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قادری سہروردی اور چشتی۔ ان تینوں سلسلوں کے اکثر و بیشتر افراد حضرت علیؑ کو وحی نبی یقین کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقائد کے سراسر خلاف ہے کہ حضرت علیؑ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی تھے۔ یہ عقیدہ تو عبد اللہ ابن سبا بانی فرقہ ضالہ سبائیر کی ایجاد ہے اور سبائیت کی تمام شاخوں کا اور ان سے جس قدر فرقے نکلے۔ سب کا سنگ بنیاد ہے بلکہ اہل سنت اور سبائیت کے درمیان ماہر الانبیاز ہے۔ جو سنی صوفی خواہ وہ چشتی ہو یا قادری۔ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت علیؑ وحی رسولؐ تھے۔ وہ دوسرے لفظوں میں نبیوں خلفائے راشدینؑ کو غاصب تسلیم کرتا ہے۔ خواہ وہ مصلحتاً یا تقبلاً زبان سے اس کا اقرار کرے یا نہ کرے۔ چنانچہ مذکورہ بالا کتاب کا جاہل مصنف آغاز کتاب میں لکھتا ہے:-

”ہد یہ سلام علی دریاے ولایت علی ولی وحی نبیؐ۔ الخ

اس کے بعد لکھتا ہے: ”و علی ذریعہ الحسن والحسین۔ الخ

صفحہ ۶ پر یہ رباعی لکھی ہے:-

یارب برسات رسول التقلین یارب بغزاکندہ بدو حسنین

عصیان مراد و حصہ کن در عرصات نیچے بحسن بخش و نیچے بحسین

پوری کتاب میں حضرات شیخین کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ ان پر بدیہ سلام بھیجنا تو خارج

از بحث ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس شخص کے اسلوب نگارش اور ایک سبائی کے اسلوب

میں کیا فرق پایا جاتا ہے؟ وہ بھی رسول کے بعد حضرت علی کا ذکر کرتا ہے اور انہیں وحی قرار دیتا ہے۔ اس نام نہاد سنی قادری نے بھی رسول کے بعد ایک تخت حضرت علی کا ذکر کیا ہے اور انہیں وحی قرار دیا ہے۔

اس کتاب کی دوسری جلد میں صفحہ ۱۳۷ پر یہ غیر اسلامی عقیدہ درج ہے۔

”معدن الجواہر میں ایک روایت نقل کی گئی ہے۔ کہ مقتدا نے زماں امین خاں

سے منقول ہے کہ ایک رات میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ حضرت قطبی ابو لفتح شاہ شمس الدین شیخ محمد شریف قادری ملتانی کو دیکھا کہ دایاں ہاتھ بند کئے ہوئے میرے سامنے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میری ہتھیلی کو دیکھو جب میں نے ایسا کیا تو پوچھا کیا دیکھا؟ میں نے کہا مجھ کو فرمایا اب پھر دیکھو میں نے پھر ہتھیلی کی طرف دیکھا پوچھا اب کسے دیکھا؟ میں نے کہا علیؑ کو فرمایا پھر دیکھو میں نے پھر دیکھا فرمایا چہ دیدی؟ کیا دیکھا یا کسے دیکھا؟ میں نے کہا عبدالقادرؒ یہ تینوں بظاہر تین ہیں مگر باطناً باعتبار باطن ایک وجود ہیں! اور معیت تام رکھتے ہیں مبارک ہے وہ جو یہ اختلاف رکھے اور ناقص ہے وہ جو اس کے خلاف (ان کو تین) سمجھے۔ شاہ نعمت اللہ کرمانی (شیعہ صوفی) نے بھی اپنے اس شعر میں اسی معنی کو واضح فرمایا ہے:-

مصطفیٰ را مرتضیٰ دان ، مرتضیٰ را مصطفیٰ

خاک در چشم دو بیان و غنا باید زدن

یہ روایت مذکورہ بالا (کہ تینوں ایک ہیں) ان احادیث مندرجہ ذیل کی روشنی

میں معیت تام پر دلالت کرتی ہے۔

(۱) لِحَاكٍ لِحَسِيٍّ وَ دَمَكٌ كَدَمٍ

(۲) اِنَّا اَدْعِيُّهُمُ نُوْرًا وَاٰنِيًا

(۳) اِنَّا اَنْتَ وَاَنْتَ اِنَّا بِيَا عَلِيٍّ

(۴) اِنْتَهِيْ بِالْفَاظِ ۳۳ جلد دوم)

(۵) اِنْتَهِيْ بِالْفَاظِ ۳۳ جلد دوم)

یہ روایت تو میں نے دل پر جبر کر کے نقل کر دی اب اس پر تنقید کرنے کے لئے

فولاد کا جگہ کہاں سے لاؤں؟ اگر حضرت قطبی ملتانی زندہ ہوتے تو ان سے عرض کرتا کہ یا حضرت! اس عقیدے میں اور نصاریٰ کے عقیدے میں کیا فرق ہے؟ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ باپ، بیٹا اور روح قدس اگرچہ ظاہراً تین ہیں مگر باطناً ایک ہیں۔

۱۔ اس نام کی ایک کتاب شیخ عطار سے بھی منسوب ہے مگر یہ وہ نہیں ہے بلکہ یہ کسی ہندی باطنی کی تصنیف ہے۔



عجیب بات ہے کہ اللہ تو یہ فرمائے کہ جو یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے (اَقْتَدِ كُفْرَ الَّذِينَ  
 قَالُوا لَنْ نَلْبِسَ ثِيَابَ قَوْمٍ اٰمَنُوْا) اور آپ یہ کہیں کہ جو یہ عقیدہ رکھے وہ بہت مبارک ہے !  
 دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ مضموم احادیث جن سے آپ نے معیت تاثر پر استدلال  
 کیا ہے اہل سنت کی مسئلہ و متداولہ کتب احادیث میں سے کون سی کتاب میں مندرج  
 ہیں۔ ؟ یا ان کی سند کیا ہے۔ ؟

یہ عاجز جسے ادب مگر بڑے وثوق کے ساتھ یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہے کہ  
 انہی روایات کا ذکر ششم ہے کہ آج چودھویں صدی ہجری میں حیدرآباد دکن، گلبرگہ اورنگ  
 آباد، پیران کلیس، بریلی، بلاول، دہلی، اجمیر، دیوہ، ردولی، کچھوچھ، ماہر تیرہ، لاکھنؤ،  
 پاک پٹن، ملتان، اٹچ، جھانپور، پیر والا، سیہوان، درازہ، حجرہ شاہ مقیم اور بھڑٹ شاہ  
 کے اکثر مزارات سائیت اور باطنیت کے فروغ و شیوع کے مرکز بن گئے ہیں۔

نیز یہ سکین بصیرت قلب اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اس دور عقلیت میں  
 اگر دین اسلام سے واقف مسلمان تصوف اور صوفیوں سے بدظن نظر آتے ہیں اور  
 تصوف کو بے راہ روی سے تعبیر کرتے ہیں تو حتی بجانب ایشان است۔ کیونکہ انہیں  
 نہ اس کی ضرورت ہے نہ فرصت ہے کہ وہ اس عاجز کی طرح قوت لایموت اور رزق  
 مایحتاج پر قناعت کر کے بیس بائیس سال تک گوشہ میں بیٹھ کر تیسری صدی ہجری سے  
 لے کر تا عصر حاضر تصوف کی تمام کتابوں کو کھنگالیں اور کھوٹے کو کھرے سے جدا کریں  
 اور اس کے صلے میں غیروں کی گالیاں اور اپنیوں کے طعنے سُنیں۔

الحمد للہ کہ یہ عاصی و کم سواد قرآن و حدیث کے مطالعے کی بدولت اس حقیقت  
 سے آگاہ ہو چکا ہے کہ تصوف شرعی اصطلاح میں احسان کا معرفت نام ہے (اگرچہ بدنام  
 ہو چکا ہے) اور دراصل عبارت ہے تزکیہ نفس سے جو مقصود حیات بھی ہے اور بعثت  
 نبوی کی غایت بھی ہے۔ اس لئے یہ طریق درہمہ حال، مقید بالکتاب اور مشید بالسنۃ  
 رہنا چاہئے۔ اس لئے تینوں کو ایک سمجھنا نصائیت یا باطنیت کی تعلیم تو ہو سکتی ہے۔  
 اسلام کی تعلیم ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْخِرَافَاتِ

(۶) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنی ذات پاک کو مومنوں کی محبت کا مرکز قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ** جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ان کی شناخت یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں بغایت شدید ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مرکز محبت مومنین اس لئے بنایا ہے کہ وہ اپنی جان میں اور اپنے اموال اللہ کی راہ میں قربان کر سکیں۔ کیونکہ انسان کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب پر اپنی جان اور اپنا مال بخوشی قربان کر دیتا ہے۔ صحابہ میں حضرت صدیق اکبر کو جو افضلیت حاصل ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہی بدل اموال فی سبیل اللہ ہے چنانچہ کوئی صحابی اس وصف خاص میں صدیق اکبر کا ہمسر نہیں ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اس پر شاہد ہے۔

وَسَيَجْزِيهَا الْآخِثَىٰ الَّذِي بُوِيَ مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ (۹۳-۱۸۱۴)

اور یقیناً اس آگ سے وہ سب سے بڑا پرہیزگار (متقی) اور رکھا جائے گا جو اپنا مال اللہ کی راہ میں دیتا ہے تاکہ وہ پاک ہو جائے۔

یہ آیت جیسا کہ تمام مفسرین نے لکھا ہے۔ صدیق اکبر کی شان میں نازل ہوئی ہے اس لئے آخِثَىٰ سب سے بڑا متقی (کامصداق صدیق اکبر) ہیں۔ اب اس آیت پر غور کرو۔ **رَأَتْ أَكْرَمَكَ عِنْدَ اللَّهِ أَنْفَكُمْ** بلاشبہ اللہ کی بارگاہ میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم (افضل) وہ ہے جو تم لوگوں میں سب سے بڑا متقی ہے لہذا ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر (سب سے زیادہ معزز ہیں) اسی لئے تمام مفسرین، محدثین، فقہاء اور متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ صدیق اکبر افضل الصحابہ اور اس لئے انبیاء کے بعد، افضل الناس میں۔ رضی اللہ عنہ،

پیر وان ابن سبائے نے مسلمانوں پر سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ اللہ کے بجائے حضرت علیؑ کو ان کی محبت کا مرکز بنا دیا اور اس مقصد کے لئے بہت سی روایتیں وضع کی گئیں۔ جن میں سے ایک ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

قاضی نور اللہ شوستری (مقتول حکم جہانگیر در ۱۹۱۷ء) نے اپنی مشہور تصنیف

حقائق الحق جلد ہفتم ص ۵۲ میں یہ روایت درج کی ہے :-

اذ سمعت النداء من قبل الله يا محمد من تحب ان يكون معك في الارض فقلت آت  
من يحبه العزيز الجبار ديا مود مجتہد - سمعت النداء من قبل الله يا محمد احب عليا فان احبہ و احب  
من يحبه - فكي جويل فقال لوان اهل الارض يعيرون عليا كما تجذهل السام ما خلق الله النار؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے ہیں کہ شب معراج میں اللہ کے سامنے یہ نما  
سنی گئی کہ اسے غمزدگ سے محبت کرنا ہے کہ وہ دنیا میں تیز رفترو ہو، میں نے کہا  
میں اس سے محبت کروں گا جس سے عزیز الجبار (خدا) محبت کرتا ہے اور اس کی  
محبت کا مجھے حکم دے پس میں نے اللہ کے سامنے یہ ندا سنی کہ یا محمد تو صلی سے محبت کر  
کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اور جو شخص اس سے محبت کرے اس سے  
(مجھ) محبت کرنا ہوں۔ یہ سن کر جبریل رونے لگا اور کہا کہ اگر اہل زمین بھی علیؑ سے محبت  
کرتے جیسے کہ اہل آسمان اس سے محبت کرتے ہیں تو اللہ دونوں کو پیدا ہی کرتا۔

(مختصر شفاء لفظی ترجمہ)

فرقہ سبائیہ نے یہ روایت وضع کی اور ان کے جانشینوں یعنی باطنیہ نے صوفیوں کا ہاؤ  
پس کر اس روایت کو سنیوں کے دماغوں میں جاگزیں کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی اکثریت  
ایزد پرستی کے بجائے شخصیت پرستی میں مبتلا ہو گئی اور اشدان کی رنگ ہوں سے اوجھل ہو گیا اور  
انہوں نے اللہ کے بجائے ایک شخص کو اپنی محبت کا مرکز بنا لیا۔ چنانچہ شاہ نواب علی قلندر  
کا کوروی اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: "حسب حضرت امیر المؤمنین علیؑ کہم اللہ وجہہ  
وغمیرہ راست کہ ہم از اولاد آنحضرت ایم و ہم سلسلہ مشائخ مابا آنحضرت می رسد چگونہ مرا  
حسب آن جناب نباشد؟ شمار تعصب مذہب کہ فساد نباشد۔ آنچه مذہب صغیرہ است  
بر آن باشند." (تعلیمات قلندر یہ ص ۱۶)

شاہ صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حسب علی ان کا خمیر ہے۔ اب  
معمولی عقل والا بھی اس حقیقت سے واقف ہے کہ انسان جسے محبوب رکھتا ہے اسی  
کو سب انسانوں میں افضل اور اعلیٰ اور برتر یقین کرتا ہے۔ یہ عقلاً ناممکن ہے کہ ایک

شخص محبوب نور کے حضرت علیؑ کو اور افضل یقین کرے حضرت صدیق اکبرؑ کو پس جو شخص فی الجملہ حضرت علیؑ کو افضل سمجھتا ہے وہ اہل سنت والجماعت کے دائرے سے باہر ہے کیونکہ تشیع اور سنن میں بنیادی فرق ہی یہ ہے کہ شیعہ حضرات حضرت علیؑ کو افضل مانتے ہیں اور سنی حضرات حضرت صدیق اکبرؑ کو افضل مانتے ہیں چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی مشہور اور مستند تصنیف "تکمیل الایمان شرح" شرح عقائد نسفی میں یوں نظر فرماتے ہیں:

"والحلفاء الأدبۃ افضل الاصحاب وفضلہم علی ترتیب الاخلاۃ"

چاروں خلفاء تمام صحابہ سے افضل ہیں اور ان چار کی بزرگی ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے یعنی پہلے صدیق اکبرؑ، پھر فاروق اعظمؑ، پھر حضرت عثمانؓ، پھر حضرت علیؑ (اردو ترجمہ تکمیل الایمان ص ۶۵)

باز آدم برسر مطلب شوستری نے جو روایت نقل کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک شخص سے محبت کرتا ہے حالانکہ قرآن حکیم ناطق بالصواب ہے کہ:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ بِيَدِ مَوْصُوفٍ﴾ (۶۱-۶۲)

بلاشبہ اللہ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو قتال کرتے ہیں اس کی راہ میں صف باندھ کر گویا وہ سب سے پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

اب مسلمانوں کو اختیار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو تسلیم کریں یا شوستری کی نقل کردہ روایت کو میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا ہاں اقبال کے مرشد معنوی حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم کی ایک رباعی نقل کئے دیتا ہوں جو ایک مقالے سے بھی زیادہ موثر ہے:

سررشتہ اتخدا ہم سے چھوٹا  
قرآن کے اثر کو روک دینے کے لئے  
آپس ہی کی خانہ جنگیوں نے ٹوٹا  
ہم لوگوں پہ راویوں کا لشکر ٹوٹا  
ایک شعر مرید کا بھی درج کئے دیتا ہوں:-

حقیقت خرافات میں کھو گئی  
یہ امت روایات میں کھو گئی (اقبال)

(۷) سید محمد کیسودرات جن کا مزار گلبرگہ (دکن) میں ہے اپنی مشہور تصنیف جوامع الکلم میں لکھتے ہیں کہ:-

۱۔ حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں

”خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بردو گونہ است، ایکے خلافت معنوی کہ مراد از خلافت ظاہری است، دوم خلافت کبریٰ کہ مراد از خلافت باطنی است و مخصوص بحضرت علیؑ است۔“

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ سید صاحب نے یہ تقسیم کس بنیاد پر کی ہے۔ قرآن حکیم یا کسی صحیح حدیث سے نواس کی تائید ہرگز نہیں ہوتی، قرآن میں صرف ایک ہی قسم کی خلافت کا ذکر ہے۔

وَعَدَا اللّٰهُ اَلسَّيِّئَاتِ اَنْ يَّمُنُوْا مِنْكُمْ دَعَمَلًا الصّٰلِحٰتِ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا  
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَلِيْلًا مِّنْ لَّدُنْهُمْ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰذِنْتُمْ لَهُمْ  
دَلِيْلًا لِّتَقْتُلُوْهُمْ مِّنْ اَعْدٰٓءِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا (۲۲-۵۴)

(صحابہ کرامؓ سے خطاب ہے) اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا، خلیفہ بنائے گا زمین میں، جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی اور ان کے لئے جس دین کو اس نے پسند کیا ہے ضرور مستحکم کر دے گا اور یقیناً ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

جیسا کہ تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے۔ یہ تینوں وعدے حضرت شیخینؓ کے مبارک عہد میں پورے ہو گئے، اس خلافتِ آخری کے علاوہ قرآن حکیم میں نہ صغریٰ کا ذکر ہے نہ کبریٰ کا اور نہ ظاہری کا بیان ہے نہ باطنی کا، جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں، باطنیت کا تصور صحابہ کے زمانے میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا، یہ تو سیارہ اسمعیلیہ قرامطہ باطنیہ کے دماغوں کی اہوج ہے اور اسی لئے انہیں باطنیہ کہتے ہیں، سید گیسو دراز بھی انہی باطنیہ کے ہمنوا نظر آتے ہیں اور مجھے اس فصل میں یہی دکھانا ہے کہ باطنیہ کے عقائد اکثر سنی صوفیوں کے دل و دماغ میں راسخ ہو چکے ہیں۔

(۸) چونکہ باطنیہ کے تمام بنیادی عقائد (BASIC DOCTRINES) قرآنی

سے لگے لگتے کا آخری شیعہ بادشاہ ابو الحسن المعروف بہ تانا شاہ، شاہ راجہ قتال کا نہایت مخلص مرید تھا جو گیسو دراز کی اولاد میں سے تھے، چونکہ کوئی شیعہ نقاشی ہوش و حواس کسی سنی کام پر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے راجہ قتال کے شیعہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور گیسو دراز کا مذہب ان کی مذکورہ بالا تقسیم سے ظاہر ہے۔

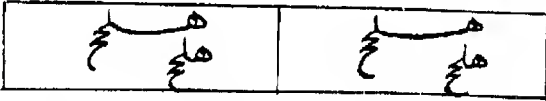
تعلیمات کے خلاف میں اس لئے انہوں نے سب سے زیادہ توجہ اس بات پر مبذول کی کہ جس طرح ہوسکے اہل سنت کو قرآن سے بیگانہ بنا دیا جائے تاکہ وہ غیر قرآنی عقائد کو قبول کرسکیں اس مقصد کے لئے انہوں نے سب سے پہلا کام تو یہ کیا کہ تصوف کا لباس زیب تن کیا اور صوفی بن کر اپنے عقائد عوام اہل سنت میں شائع کردیئے۔ دوسرا کام یہ کیا کہ علم الاعداد ایجاد کرکے اسے حضرت علی سے منسوب کر دیا۔ ہر عدد کو خاص تاثیر کا حامل قرار دیا اور تعویذ و طلسم لکھ کر عوام میں تقسیم کرنا شروع کئے اس طرح عوام ان کے معتقد ہو گئے اس کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات کے نقوش مرتب کئے اور ان سے غیر معمولی فوائد منسوب کر دیتے چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد تصوف اور تعویذ لازم و ملزوم ہو گئے جیسا کہ کرام قرآنی آیات پر عمل کرنے سے ان باطنی صوفیوں کے زیر اثر آکر مسلمانوں نے قرآنی آیات کو لکھ کر گلے میں ڈالنا شروع کر دیا۔

جو قرآن مجید نمران سے ۳۳۱ھ بخورشیدی میں شائع ہوا ہے۔ اس میں بہت سے نقوش بھی درج کئے گئے ہیں چنانچہ صفحہ ۱۰۸ پر یہ عبارت مرقوم ہے۔

”نقل است از خاتم المجددین شیخ بہادادہ بن خانی کہ ہر کہ در غیر خود یک بار بر این فصل

لے اگرچہ اس کے شواہد قبل ازین پیش کرچکا ہوں تاہم ایک شاہد اور یہ پیش کئے دیتا ہوں۔  
 ”رسالہ در حقیقت دین“ مصنفہ شہاب الدین شاہ ولد شاہ علی شاہ (باطنیہ نزاریہ شاخ کا امام  
 امام) کے دیباچے میں پروفیسر آئی وے ناف لکھتا ہے۔ یہ بات بخوبی مشہور ہے کہ فرقہ  
 اسمعیلیہ نے ایران میں محمود اپنی تصانیف کو فلسفہ تصوف کے لباس میں مخفی کیا اور بلاشبہ  
 فلسفہ اسمعیلیت اور فلسفہ تصوف میں بہت سے امور مشترک ہیں یہ رسالہ فارسی میں ہے  
 آئی وے ناف نے اس کا دیباچہ انگریزی میں لکھا ہے ۱۳۱۷ء میں بمبئی سے شائع ہوا تھا۔  
 میں قصداً اس رسالے سے تین اقتباسات ذیل میں درج کرتا ہوں تاکہ میرا دعویٰ ثابت  
 ہوسکے کہ باطنیہ نے تصوف کے پردے یا لباس میں اپنے عقائد کی اشاعت کی اور سستی  
 صوفیوں نے ان کے عقائد کو دانستہ یا نادانستہ طور پر اختیار کر کے اسلامی تصوف کو کھرو  
 اسلام کا مغربہ بنا دیا اور اب غیر اسلامی عقائد کو تصوف سے خارج کرنا ایسا ہی مشکل ہے  
 جیسا کہ گوشت کو ناخن سے جدا کرنا۔  
 (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نظر کند آتش روزخ بر دوسے حرام گردو  
وہ شکل یہ ہے۔



میں نے افادہ عام کے لئے یہ شکل بجنسہ نقل کر دی ہے۔ اس نوعیت کے نقش  
اس قرآن کے صلا سے متا تک کثیر تعداد میں درج کئے گئے ہیں۔ میں اس قدر عرض  
کرنا چاہتا ہوں کہ جب نقش مرقومہ بالا کے صرف ایک مرتبہ دیکھ لینے سے دونوں کی  
اگ حرام ہو جائے گی۔ تو قرآن مجید کی تلاوت یا اس کے سمجھنے کی کیا ضرورت باقی رہے گی۔  
رفتہ رفتہ مسلمان اس طلسم میں گرفتار ہو گئے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک کتاب  
نظر سے گذری جس کا نام دارالانظیم ہے۔ یہ کتاب امام الفاضل عبداللہ بن یافعی الیمینی کی  
تصنیف ہے اور مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۸۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں ص ۶۱ پر  
اسم اعظم باین صورت مرقوم ہے۔

☆ ۱۱۱ □ سے ۱۱۱ خ ج ہا

اس کے ساتھ ایک نظم بھی لکھی ہے جسے حضرت علیؑ سے منسوب کر دیا ہے ص ۱۲۳  
پر بعض حواصیر سورہ تور یہ عبارت مرقوم ہے جسے میں بجنسہ نقل کئے دیتا ہوں۔ ترجمہ کرنے  
سے قصداً احتراز کرتا ہوں:

بقیہ حاشیہ ص ۱۱۱ سے آگے: (الفصل پنجم در معرفت: در حدیث قدسی می فرماید: اے محمد! اگر تو نبو سے  
آسمانہا خلقت کی کریم۔ دور جلتے دیگر است۔ اگر علی نبو سے ترا خلقت کی کریم۔ آذیت چنان معلوم می  
شود کہ اگر رسول، ولایت اور اظہار مکی ساخت: رسالت ناقص بود پس این ہم اسباب آفرینش و  
ارسال رسل و انزال کتب برائے شناختن او (علی) بود۔ ص ۱۱۱

(ب) اسے جلوہ حق! چہ طور آشکارا شدی کہ ہمہ فکر ہادر تو متخیر مانندہ خود شاہ جمال ازل خویش را  
پہنہا ساختی و این طور آشکارا شدی کہ جیسے خدایت خوانندہ! ص ۱۱۱

(ج) محمد و علی ہر دو یک نور بودند... در میان مردم بد و لباس جلوہ نمودند! ص ۱۱۱

”من کتبا وجعلها فی فراشہم الذی نیام فیہ لم یتعلم ابدا ان کتبت  
 بلایہ مزم و یثرہا نقطع عند شہوة الجماع وان جامع لم یجد لذتہ“  
 غالباً یہ مصرع انیس کا ہے کلر دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے  
 میں اس میں قدر سے تغیر کر کے کہتا ہوں:-

دل صاحب ایمان سے انصاف طلب ہے

قرآن سے یہ دل لگی اُف کیسا غضب ہے

قرآن حکیم پر یہ ظلم تو شاید کافر دل نے بھی نہیں کیا ہوگا جو اس امام الفتن نے کیا  
 بہر حال باطنی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ آج مسلمانوں میں قرآن کی جو حیثیت رہ  
 گئی ہے اسے اقبال کے لفظوں میں بیان کرتا ہوں۔

بآیاتش ترا کارے جزا یں نیست

کہ از لیسین او، آساں بمیری

(۹) شاہ نیک محمد صاحب بزیلوی سلسلہ چشتیہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ لیکن  
 انہوں نے اپنے دیوان میں جو مناجات لکھی ہے اس میں حضرت علیؑ کو وصی بنی تسلیم  
 کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے بھجی دوازدہ ائمہ شیعہ التجا کی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ کو  
 بھی واسطہ بنا یا ہے۔ مگر افضل الاولیاء والائمہ بلکہ افضل الصحابہؓ حضرت صدیق اکبرؓ کا  
 کہیں تذکرہ نہیں کیا ہے۔ پوری مناجات تو بخوف طوالت نقل نہیں کر سکتا۔ صرف  
 ایک شعر درج کرتا ہوں:-

بجی امام علیؑ مرتضیٰ وصی نبی و ولی خدا

شاہ صاحب چونکہ عالم دین تھے اس لئے یہ حقیقت ان سے مخفی نہیں ہو سکتی  
 تھی کہ اہل سنت اور اہل تشیع میں یہ عقیدہ کہ علیؑ وصی نبی تھے اہل انصاف بھی ہے  
 اور ماہر بلاتمیاز بھی ہے۔ تمام اہل سنت کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ حضورؐ انورؑ نے کسی  
 کو اپنا وصی مقرر نہیں کیا۔ مگر شاہ صاحب حضرت علیؑ کو صاف لفظوں میں وصی  
 بنی تسلیم کر رہے ہیں۔ بلکہ ایک غزل میں بھی اپنے اسی عقیدے کا اظہار کیا ہے۔



دینی حق، وصی مصطفیٰ دریاٹے فیضانے

امام دو جہانے، قبلہ دینے واپکانے

اندریں حالات اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ شاہ صاحب بظاہر سنی تھے مگر باطن شیعہ تھے کیونکہ مناجات درکنار، انہوں نے اپنے پورے دیوان میں کسی جگہ صدیق اکبر یا فاروق اعظم کا ذکر نہیں کیا ہے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ ہمارے زمانے میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو بظاہر سنی ہیں مگر حضرات عثمان غنی، عمر و بن العاصؓ اور معاویہؓ کی تنقیص و تحقیر تو وہیں میں شیعہ حضرات کہہ سکتے ہیں اور اس ہمنوائی پر اصرار بھی کرتے ہیں۔

۱۱۰) یہ مضمون چونکہ بہت طویل ہو چکا ہے اس لئے دیگر کتب مثلاً گلزارِ صابری مناقب المحبوبین، سبع سنابل، تذکرۃ الاولیاء، سیدالقطاب، مرآة الاسرار، جامع الاسرار، حبیب السیر، شواہد النبوت، روضۃ الصفا مقصد اقصیٰ، مختصر الزمخشری، ابھجندہ الاسرار، زبذہ الحقائق اور جماع الکلم وغیر ہم میں جو غلط روایات درج ہیں، ان کی تفصیل سے قلم کو روکتا ہوں۔ ان کتابوں کی اکثر روایات بالکل غلط ہیں اور اکثر روایات بہت ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں، کسی روایت کی سند بیان نہیں کی گئی ہے۔ صرف منقول است کے نسخہ مجرب پر عمل کیا گیا ہے۔

اتر میں ملا علی قاری کی مشہور کتاب موضوعات سے چند اقتباسات درج کر کے اس موضوع کو ختم کرتا ہوں:

(ا) سیرۃ النبی کا اولین مصنف ابن اسحاق چونکہ شیعہ تھا اس لئے ..... اس نے اکثر ایسی روایتیں بھی درج کر دیں جن سے اس کے مذہب کی تائید ہو سکے۔ مثلاً خیر کا دروازہ اکھٹرنے کی روایت۔

(ب) کنت کنزاً مخفیاً الخ حدیث نہیں ہے (۱)

(ج) تاریخوں میں خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت عثمانؓ کے خطبہ نہ دے سکے کی

یہ اکثر صوفیاء سے حدیث سمجھتے ہیں اور اس کی جہر ہے کہ صوفی شاعر اور عاشق بالعموم محدث نہیں ہوتے۔

روایت بھی غلط ہے۔

(۱۲) کان اللہ ولم یکن معشئاً، یہ بھی حدیث نہیں ہے

(۱۳) ائمتہ الحدیث کے نزدیک حضرت علیؑ سے حسن بصری کی ملاقات اور تحصیل علم نہایت نہیں ہے۔

فان ائمتہ الحدیث لہی ثبتوا اللحن البصوی من علی سماعاً ص ۲۰۲

(۱۴) خرقہ صوفیہ دالی روایت کہ خدا نے معراج میں آنحضرتؐ کو ایک خرقہ عطا کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جو صحابی اس کا حق ادا کرے اسے پہنا دینا۔ آنحضرتؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ اور عثمان غنیؓ سے فرما دیا کہ اگر یہ خرقہ تم کو دوں تو کیا کرے گے؟ ان کے جوابات آپؐ مطہر نہ ہو سکے لیکن حضرت علیؓ کے جواب سے مطہر ہو گئے کہ و انعی تم اس کا حق ادا کر سکو گے۔ ملا علی قادری لکھتے ہیں کہ یہ روایت بالکل غلط ہے اور محدثین صحابہؓ کی وضع کردہ ہے۔

(۱۵) یہ روایت کہ حضرت علیؓ کی نماز قضا ہو گئی تھی اس لئے آنحضرتؐ نے آفتاب کو حکم دیا کہ غروب ہونے کے بجائے رجعت کر اور عصر کے وقت پر قائم ہوتا کہ وہ نماز عصر وقت پر ادا کر سکیں، بھی غلط ہے۔

(۱۶) یہ روایت کہ حجۃ الوداع کے بعد آنحضرتؐ نے جمع عام میں فرمایا کہ "علیؓ میرا وصی ہے۔" قطعاً غلط ہے اور بے بنیاد ہے۔

(۱۷) یہ روایت کہ آنحضرتؐ نے ام المومنین سیدۃ النساء العالمین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا تھا کہ علیؓ کے خلاف خروج مت کرنا۔

پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ عائشہؓ خروج کرے تو تم ان کے ساتھ نہ جی جاؤ کہ تم اسرا سرکندہ اور افترا ہے اور ام المومنینؓ کے دشمنوں کی وضع کردہ ہے۔

۱۸۔ یہ عاجز حضرت علیؓ کی عزت طوطا خاطر رکھ کر عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہے

کہ رجعت شمس اگر ہوتی تو اس دن ہوتی جب خود آنحضرتؐ اور تمام صحابہؓ کی چار نمازیں قضا ہو گئی تھیں لہذا اس روایت پر عقلی اعتبار سے وہ اعتراض لازم آتا ہے جسے اباب منطلق ترجیح بلا مرجح کہتے ہیں۔ فاعلم تدبر

(۱) یہ روایت کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو کچھ اسرار اور باطنی علوم سکھائے تھے جو دوسرے صحابہؓ کو نہیں سکھائے۔ بالکل غلط ہے۔

ملا علی قاری کے اس قول پر کہ ”روافض نے حضرت علیؑ کے فضائل میں صرف ۳۷ لاکھ روایات وضع کی تھیں۔ اس اقتباس کو ختم کرتا ہوں۔“

میرا مقصد اس اقتباس سے یہ ثابت کرنا تھا کہ میں نے جو کچھ اس بحث میں لکھا ہے اس کی تائید و توثیق ایک ایسے ماہر فن کی طرف سے ہو جائے جس نے اپنی ساری عمر احادیث کے پرکھنے میں گزاری تھی، اگر ناظرین ملائے موصوف کی کتاب کا مطالعہ کریں تو جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ اس سے زیادہ خود لکھ سکیں گے بشرطیکہ نقصب مانع نہ ہو جائے۔

## استدراک

بجز طرف راست میں نے علم الاعداد کا تعارف نہیں لکھا۔ اب خیال آیا کہ اتنی وحشت ضرور کر دینی چاہئے کہ باطنیہ نے یہ علم ایجاد کیوں کیا تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے عوام کے اذنان و قلوب کو کسی قیل و قال کے بغیر بہت جلد اور بہت آسانی سے متاثر کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں اس کی چار مثالیں درج کرتا ہوں۔

(۱) شیعوں کے بارہویں مروجہ امام کی پیدائش ۲۵۰ھ میں بیان کی جاتی ہے، اس کی عظمت روحانی کا ثبوت برہان کے بجائے علم الاعداد کی مدد سے مہیا کیا گیا، عوام کو بتایا گیا کہ دیکھو! ”نور“ کے عدد بھی ۲۵۰ ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ وہ نور ہے۔

(۲) بہاء اللہ (بانی مذہب بہائی) نے ۱۲۶۱ھ میں ”ظہور حق“ ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے پیروؤں نے عوام کو مسحور کرنے کے لئے ویس بی دی کہ دیکھو! یہ ظہور الحق (بہاء اللہ کے لقب) کے عدد بھی ۱۲۶۱ ہی ہیں!

۳۔ یہ کہ سواد عرض کرتا ہے کہ آنحضرتؐ کی بحیثیت رسولؐ ایسا نہیں کر سکتے تھے، اسلام میں کوئی ستر (بجید) نہیں، کوئی راز نہیں، کوئی خفا نہیں، کوئی رمز و کنایہ نہیں، برعکس اس کی تعلیم بالکل واضح بین اور عیاں ہے اور اس کی پیش کردہ کتاب بھی بالکل واضح اور روشن اور جلی ہے چنانچہ ”تک آیات“ الکتب المبین ”میرے دعوے پر شاہد ہے، یہ اسرار و رموز تو باطنیہ نے اسلام میں داخل کئے ہیں جن میں جہاں گرفتار ہو گئے اور اللہ و رسولؐ سے مزار ہو گئے (یوسف)

(۳) سی سے عدد ۱۸ ہیں۔ اس لئے ۱۲ معصومین اور ۴ ابواب یعنی یہ ۱۸ افراد بھی  
 زندہ ہیں۔

(۴) بسم اللہ الرحمن الرحیم کے تحت ۱۹ ہیں۔ اس لئے ۱۹ کا عدد مبارک ہے۔ اسی لئے  
 مسائیوں کا مہینہ ۱۹ دن کا ہونا ہے۔

(۵) چونکہ ۹ کا عدد کامل ہے اس لئے جس شہر میں ۹ آدمی رہتا ہو جائیں۔ وہاں بہانی مخلص  
 قائم کی جاسکتی ہے۔

(ماخذ از باب کی نئی تاریخ مولفہ برائون ضمیمہ دوم ص ۲۲ تا ۳۳۹)

قارئین کی آگاہی کے لئے مختصر طور پر یہ کہے دینا ہوں کہ باطنیہ نے اپنا مذہب جن  
 فلسفیانہ افکار و تصورات کی مدد سے مدون کیا تھا۔ ان میں فیثا غورث کے افکار بھی شامل  
 تھے اور جیسا کہ فلسفے کے ہر طالب علم کو معلوم ہے، فیثا غورث نے اپنے فلسفے کی بنیاد اعداد پر  
 رکھی تھی اور یہ قول کہ نوٹھ کا عدد کامل ہے اسی کا ہے مزید معلومات کے لئے مغربی فلسفے کی  
 کسی مستند تاریخ کا مطالعہ کر لیا جائے۔

اس عاجز نے اس مضمون میں کئی جگہ یہ لکھا ہے کہ

(۱) صوفیا باصوم صبرتی حدیث نہیں ہوتے۔ اس لئے اکثر مواقع میں مقولے اور  
 حدیث میں فرق نہیں کر سکتے۔

(ب) بزرگان سلسلہ کے ملفوظات پر تنقید سود ادب سمجھتے ہیں یعنی جو باتیں ان سے منسوب  
 کر دی جاتی ہیں انہیں بلا تحقیق قبول کر لیتے ہیں۔

چونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ قارئین میرے اس رجحان یا نقطہ نظر کو گستاخی پر محمول کرینگے  
 اور اس طرز بیان کو "پھوٹا منہ بڑی بات" سے تعبیر کریں گے۔ اس لئے میں ذیل میں ایک ایسے  
 شخص کے ارشادات درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو اگر ایک طرف دارالعلوم دیوبند میں  
 شیخ الحدیث تھا تو دوسری طرف سلوک تصوف میں اتنا بلند مقام رکھتا تھا کہ حضرت  
 مولانا اسحاق علی صاحب لاہوری نے ایک مرتبہ حجرے فرمایا تھا کہ میں ان کی کفش برداری کے  
 لائق بھی نہیں ہوں۔ میری مراد حضرت اقدس سیدی و مرشدی شیخ العرب والجم مولانا الحاج  
 الحافظ سید حسین احمد مدنی تھے ہے۔ جنہوں نے ۱۴ سال تک مسجد نبوی میں حدیث کا درس  
 دیا تھا حضرت اقدس اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

صوفیہ کی کتابوں میں "رجحنا من الجہاد الاصفوانی الجہاد الاکبر"

کو صحیح حدیث کہا گیا ہے۔ یلین عسقلانی کا قول ہے کہ امام نسائی نے اسے ابوالہیثم بن علیہ کا کلام بتایا ہے۔ الفاظ کی رکاوٹ زبردست قریب ہے کہ یہ آنحضرت صلعم کا قول نہیں ہو سکتا اور نہ حدیث کی متداول کتابوں میں شاہ جہد العزیز جیسے منہج محدث نے دیکھا ہے۔ پس احادیث اور غیر احادیث کا فیصلہ محدثین کے اصول و قواعد کی روش سے کیا جائیگا کیونکہ ہر فن میں صاحب فن کی رائے اگر تسلیم نہ کی جائے تو امان اٹھ جائے گا اور شریعت کا بھرم جاتا رہے گا۔ بے چارے صوفیہ جن پر حسن ظن کا غلبہ ہوتا ہے، مجھلا ان حضرات کو تنقید و تفتیش کی کہاں فرصت اور انہیں نہ اس کی عادت ہے۔ پس جو سن لیا یا دیکھ لیا، اسے باور کر لیا، ان کے اس حسن ظن سے کسی قول کا حدیث رسولؐ ہونا ثابت نہیں ہو جائے گا۔" (مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۳۰۵ و ص ۳۰۶)

اگرچہ میرے زاویہ نگاہ کی تصویر و تصدیق کے لئے یہی اقتباس کافی ہے۔ تاہم مزید اطمینان کے لئے ایک اقتباس اور پیش کئے دیتا ہوں۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

عرض ہے کہ یہ اکابر حضرت بابا فریدؒ اور حضرت محبوب سبحانیؒ، علم طریقت اور تصوف کے ائمہ عظام ہیں لیکن علم ظاہر اور شریعت کے امام نہیں ہیں۔ اس کے امام حضرت ابو حنیفہ و محمد و ابو یوسف اور دیگر فقہائے کرام ہیں۔ اس بارے میں (سیدہ تظہیری کے بارے میں) ان حضرات کا قول و فعل حجت ہو گا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، جنید بغدادیؒ، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ اور خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے اقوال، فتاویٰ اور اعمال حجت نہیں ہوں گے۔ اگرچہ یہ حضرات علم طریقت کے سب سے اونچے پڑھیں۔ (مکتوب ۸۸ از مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم ص ۱۲۵)

حضرت اقدسؒ کے ان ارشادات اور ان کی ان تصریحات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ میرزا ذوقیہ بالکل درست ہے، الحمد للہ علی ذلک۔

میں نے اس مضمون میں کئی جگہ اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسمعیلیہ باطنیہ فرقے نے صوفیوں کے لباس میں اپنے خیالات کی اشاعت کی جس کی وجہ سے خالص اسلامی تصوف میں باطنی روایات اور عقائد کی اس طرح آمیزش ہو گئی کہ آج اکثر سنی صوفیوں میں روایات

اور ان عقائد کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اس کی تائید میں ایک شیعہ مصنف کی کتاب سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

پروفیسر سید حسین نصر انٹرن یونیورسٹی نے سال ہی میں ایک کتاب انگریزی میں لکھی ہے جس کا نام ہے (IDEALS AND REALITIES OF ISLAM) اسلام کے مطابح نظر اور حقائق، وہ ہے۔

”سنگوں کے محلے کے دور میں اربان میں اسمعیلی طاقت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس عہد میں اسمعیلیت مستور ہو گئی اور بہت سے علاقوں میں صوفیوں کے سلسلوں میں ظاہر ہوئی تاکہ اس کے دعاۃ مخالفت سے محفوظ رہ سکیں۔ دراصل اس زمانے میں تصوف اور اسمعیلیت میں اتحاد کی ایک مستقل صورت پیدا ہو گئی تھی جس کا تحقیقی مطالعہ ابھی تک نہیں کیا گیا ہے۔“ ص ۶۰-۱۵۹

”اٹا عنتری شیعیت میں مذہب کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کو بالخصوص سمیٹ دی گئی ہے اور اس اعتبار سے وہ تصوف کی ہمنوا ہے۔“ ص ۱۶

”تصوف اور تشیع دونوں کی تعلیم یہ ہے کہ نور محمدی آدم سے لے کر سہری کی ذات میں موجود رہا ہے۔“ ص ۱۶

”اسمعیلیت اور تصوف دونوں کی تعلیم یہ ہے کہ اصل اعلیٰ (SUPREME PRINCIPLE) ایک وقت موجود بھی ہے اور فوق الوجود بھی ہے۔“ ص ۱۶۹

پروفیسر مرزا محمد سعید اپنی محققانہ تصنیف مذہب اور باطنی تعلیم میں لکھتے ہیں کہ ”ہماری رائے میں اس بات کے باور کرنے میں کوئی تاثر نہیں ہو سکتا کہ اس مقبولیت سے فائدہ اٹھا کر جو تصوف کو ایران میں بارہویں صدی سے پندرہویں صدی عیسوی تک حاصل تھی، بہت سے نزاری اسمعیلی مبلغ صوفیوں اور درویشوں کے لباس میں عوام کو مسح کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں“ ص ۳۲۸

نیز اسی صفحہ پر لکھتے ہیں ”یہ مان لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا کہ بعض اسمعیلی مبلغ تصوف کا ظاہری جامہ پہن کر عوام الناس کی ارادت اور عقیدت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور بعض جماعتیں مثلاً اناطولیا کے بیٹاشی یا کشمیر کے نور بخشی جو



